

پیش رک

بحمد اللہ کہ یہ سلسلہ اختتام کو پہنچا لیکن میں نے اس میں اب بھی اتنی سمجھائش رکھی ہے کہ آپ کی فرمائش پر اسے مزید آگے بڑھایا جاسکتا ہے..... جی ہاں، یہ سلسلہ میری اب تک کی تخلیقات میں طویل ترین ہے۔ اسے بہت پسند کیا گیا ہے، لیکن یہ کتاب اس لئے لیٹ ہوئی ہے کہ... اب کیا عرض کروں ہر بار صرف ایک ہی کہانی سنانی پڑتی ہے کہ طبیعت تھیک نہیں تھی۔ اگر لکھنے کے لئے ذہن کی باقیں نہ سوجھو رہی ہوں تو میں اسے بھی طبیعت کی خذابی ہی سمجھتا ہوں۔

بہر حال، ان تمام دوستوں نے شرمندہ ہوں جیوں اس تاخیر سے تکلیف پہنچی ہے اور آپ یقین سمجھے کہ جب تک مجھوں میں لکھنے کی سکت ہے اسی طرح شرمندہ ہوتا رہوں گا۔ اس لئے بہتر ہو گا کہ آپ بھی انتظار کے عادی ہو جائیے۔

ایک صاحب نے لکھا ہے کہ شاید آپ میگزین سے زیادہ کمار ہے ہیں۔ اسی لئے وہ لیٹ نہیں ہوتا۔ پاہندگی سے اپنے وقت پر آ جاتا ہے..... اول تو یہی غلط ہے کہ میں میگزین سے کچھ کمار ہاہوں۔ کتنی بار عرض کروں کہ میگزین میری ملکیت نہیں ہے۔ میرے ایک دوست اس کے مالک ہیں اور میں ان کی مدھمند دوستی میں کر رہا ہوں۔ اس کے معاوضے کے طور پر ایک ٹیڈی بی پریسہ بھی ان سے آج تک نہیں لیا..... اور پھر میگزین میں متعدد اصحاب کی تخلیقات ہوتی ہیں کسی ایک پر اس کے شائع ہونے یا نہ ہونے کا انحصار نہیں ہوتا۔ اس لئے پاہندگی وقت سے آپ تک پہنچ رہا ہے۔ کتاب میں خود لکھتا ہوں اور وہ اور پچھلی ہوتی ہے کہیں سے ترجمہ نہیں کرتا کہ اس قلم چلتا ہی رہے۔ لکھنے لکھنے ورنی قبض میں بتلا ہو جانا ہوں تو کئی کئی دن تک ایک سطر بھی نہیں لکھ پاتا۔ اس لئے لیٹ ہوتی ہے کتاب۔

ابن صفی 23-05-1979



جو زف کی حالت بہت ابتر تھی۔ دن میں کئی بار رانا پلیس میں شہر کے بڑے ڈاکٹروں کی گاڑیاں آتیں اور چلی جاتیں لیکن اس کی عنیٰ وور ہونے کا نام نہیں یقین تھی۔ جیمسن اور بلیک زیریو، اس کے سر ہانے بیٹھے سرگوشیاں کرتے رہتے۔

”امتناع نشیات سے قبل کچھ جائیے اپنے لوں کا انتظام بھی کیا جانا چاہیے تھے، جہاں ایسے لوگوں کی دیکھ بھال کی جاسکتی“ جیمسن کہہ رہا تھا۔ ”اب آخر ان بد بختوں کا کیا ہو؟“

”کتنے اپنے قائم کیے جاتے.....؟“ بلیک زیریو نے کہا۔ ”ایسے لوں کی تعداد کم تو نہیں ہے۔ شہروں میں ایسے افراد کی بہت سات ہے۔“

”چھپیں اب بھی عیش کر رہے ہیں۔“

”یار ختم کرو۔ ان باتوں کو..... آخر اس کی جان کس طرح بچائی جائے؟“

”یہاں تو شاید کوئی ایسا شفاخانہ بھی نہیں ہے، جہاں نشیات کی عادت ترک کرائی جاتی ہو۔“

”فالبُا ایک ایسا شفاخانہ موجود ہے۔ سائیکلوپیڈیش سے اطلاع مل تھی کہ اس شفاخانے کے انچارج سے رابطہ قائم کیا گیا ہے۔“

”اگر یہ اسی حال میں مر گیا تو بہت بڑی ترجیح ہو گی۔“ جیمسن، اسے پرتویش نظر وہ دیکھتا ہوا بولا۔

”چھوڑو۔“ بلیک زیریو ہاتھ ملا کر بولا۔ ”ٹھیک ہو جائے گا۔“

اتنے میں فون کی گھنٹی بجی تھی اور بلیک زیریو، اس کمرے سے سٹنگ روم میں آیا تھا۔ ”پہلو... ا۔“ اس نے ریسیور اٹھا کر ماڈ تھوپس میں کہا۔

دریان کی کال تھی۔ گیٹ والے فون سے اس نے کسی ڈاکٹر کی آمد کی اطلاع دی تھی۔

”آنے دو۔“ کہہ کر اس نے ریسیور کر یڈل پر رکھ دیا اور سوچنے لگا۔ شاید اسی

شفا خانے کا کوئی آدمی معلوم ہوتا ہے، جس کی اطلاع سائیکلو مینشن سے ملتی تھی۔ وہ سنگ روم سے نکل کر پورچہ تک آیا۔ اُنے والے کی گاڑی پورچہ میں پہنچ کر کی تھی۔

ایک سفید فام آدمی گاڑی سے اتر۔ اس کے ساتھ ایک نر نہیں۔ اس نے آگے بڑھ کر بلیک زیر وے مصافحہ کرتے ہوئے پوچھا۔

”مریض کی کیا کیفیت ہے؟“
”غشی کی حالت میں ہے،“ بلیک زیر وے نے کہا۔ اتنے میں نر بھی دواؤں کا بیگ سنبھالے ہوئے گاڑی سے اٹھا لی تھی۔
پھر وہ سب جوزف کے کمرے میں آئے تھے۔ جیمسن انہیں دیکھ کر انھوں نے اور نر کو مسلسل دیکھا رہا۔ کیونکہ وہ خاصی لکش تھی۔

ڈاکٹر کچھ دریک جوزف کا معاشرہ کرتے رہنے کے بعد بولا۔ ”میں فی الحال اسے ایک انجکشن دے رہا ہوں۔ اس سے اس کی حالت مددھر جائے گی۔ اس کے بعد میں، اسے اپنے اسپتال میں باولوں کا..... پھر چھ ماہ لگیں گے، اس کے مکمل طور پر صحبتیاب ہونے میں۔ میرا مطلب یہ ہے کہ چھ ماہ بعد شراب کی طلب نہ رہے گی۔“

”بہت بہتر۔“ بلیک زیر وے بولا۔

ڈاکٹر، اسے انجکشن دے کر رخصت ہوتے وقت بلیک زیر وے کو اپنا فون نمبر دے گیا تھا۔ اس دوران میں جیمسن، نر سے سرگوشیاں کرتا رہا تھا اور وہ بڑے دلاؤزیز انداز میں مسکراتی رہی تھی۔

قریباً دس منٹ کے بعد جوزف نے آنکھیں کھول دی تھیں۔ اور اس طرح انھوں نے بیٹھا تھا جیسے کوئی بات ہی نہ رہی ہو۔

”کیا باس آگئے؟“ اس نے جیمسن سے پوچھا۔

”وہ آئے ہوں یا نہ آئے ہوں لیکن تم ضرور آگئے ہو۔“

”میں نہیں سمجھا۔ تم کیا کہہ رہے ہو؟“

”یہ شاید خود کو دوسرا دنیا میں سمجھ رہا ہے۔“ جسمن نے بلیک زیریو سے کہا۔ ”اور ہم، اسے فرشتے لگ رہے ہیں۔“

”کیسی باتیں کر رہے ہو۔ مسٹر؟“ جوزف آنکھیں نکال کر ابوالا۔ ”میری بات کو جواب دو۔“

”نہیں، ابھی نہیں آئے، بلیک زیریو، اور غور سے دیکھتا ہوا ابوالا۔“
”آخر ہم کب تک یہاں مقید رہیں گے؟“
”باس کے آنے پر ہی معلوم ہو سکے گا۔“

”ایسا انجکشن نہ کبھی پہلے میں نے دیکھا اور نہ کبھی سنا۔“ جسمن نے محرانہ انداز میں جوزف کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔

”تم، تین دن سے بیہوش تھے۔“ ”واقعی؟“ جوزف کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

”اس وقت کیا محسوس کر رہے ہو؟“

”بالکل ٹھیک ہوں۔“

”یعنی پینے کی خواہش نہیں ہے؟“

”میرا خیال ہے کہ فی الحال، میں، اس کی ضرورت نہیں محسوس کر رہا۔“

”کمال ہو گیا۔ آخر وہ کیسا انجکشن تھا؟“

”کس انجکشن کی بات کر رہے ہو۔ مسٹر؟“

”ابھی ابھی ایک ڈاکٹر، تمھیں انجکشن دے کر گیا ہے۔“

”کون ڈاکٹر.....؟“ جوزف بستر سے چھلانگ لگاتا ہوا ابوالا۔ ”مجھے، اس کا پتہ بتاؤ۔ ورنہ دہاڑے اسے لوٹ لوں گا۔“

”خیال بر انہیں ہے۔“ جیمن نے بلیک زیرو کو آنکھ مار کر کہا۔

”نہیں، مجھے بتاؤ۔ میں ان انجگشنوں کا اٹاک رکھوں گا۔“

”اس نے نام نہیں بتایا تھا۔“ جیمن نے کہا۔

”جب اپنے ہی اس طرح خلتم کریں گے تو پھر دوسروں سے لیا شکوہ۔“ جوزف نے بر امان کر کہا۔

”میرا خیال ہے کہ ڈاکٹر کو اس کی کیفیت سے مطلع کر دیا جائے۔“ جیمن نے بلیک زیرو سے کہا۔

”ابھی تو شاید وہ اپنے ٹھکانے پر بھی نہ پہنچا ہو۔“

”مجھے تو ایسا محسوس ہو رہا ہے جیسے تم لوگ مذاق کر رہے ہو۔“ جوزف نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

”آخر تم کیا محسوس کر رہے ہو؟“ جیمن نے سوال کیا۔

”بلیں ایسا لگتا ہے، جیسے پورا یہل پیٹ میں اتر گیا ہو۔ نشے سے جی نہیں بھرتا، لیکن مجھے ایسی آسودگی محسوس ہو رہی ہے جیسے اپنی مقدار سے کہیں زیادہ پی گیا ہوں۔“

”میں نے آج تک کسی ایسے انجشن کے بارے میں نہیں سن۔“ جیمن نے پر تشویش لجھے میں کہا۔

”تھیں، اس سے کیا پریشانی ہے؟“ بلیک زیرو، اسے گھورتا ہوا بولا۔

”ہمیں ہر معا靡ے میں محتاط رہنا چاہیے۔ معلوم کرو، کیا یہ ڈاکٹر، سائیکومیشن ہی کے توسط سے یہاں آیا تھا؟“

”اور نہیں تو کیا کسی خیراتی اوارے نے ازراہ عنایت اسے بھجوایا تھا۔“

”یا، میری بات سمجھنے کی کوشش کرو، تحریکیا نے اپنے کھیل کا آغاز کر دیا ہے۔“ بلیک زیرو کسی سوچ میں پڑ گیا۔

”اے، مسٹر! تم نے کیسی فضول باتیں شروع کر دی ہیں۔“ جوزف آنکھیں نکال کر

شکریہ۔“

”ابھی تم اپنے ذہن پر زیادہ زور نہ ڈالو۔ جیمسن، جوزف کا یاتھ تھام کر بولا۔“ یہ سب ہمارے دیکھنے کی بائیکیں ہیں۔“

”میں عضو م uphol تو نہیں ہوں۔“ جوزف نے گلکر کہا

”اس نجاشن سے پہلا صرف کوئی کوئی ہے جو ہے تھے۔“

”اب تو نہیں ہوں۔“

بلیک زیرو، انہیں اسی بحث میں الجھا چھوڑ کر فون والے کمرے میں آیا جیمسن کی بات اس کی سمجھ میں آگئی تھی۔ اس نے سائیکو مینشن کے نمبر ڈائل کیے اور اس ڈاکٹر کے متعلق پوچھ گیا شروع کر دی اور اس کے دیے ہوئے فون نمبر کے حوالے سے معلوم کیا کہ جن اداروں سے جوزف کے سلسلے میں گفت و شنید کی گئی تھی وہ ان میں سے کسی کا بھی نہیں تھا۔ بلیک زیرو لمبی سانس کھینچ کر رہ گیا پھر بولا۔ ”معلوم کرو کہ فون نمبر کس کا ہے؟“

”پندرہ منٹ بعد اطلاع دی جائے گی۔“ دوسرا طرف سے کہا گیا۔ اور بلیک زیرو رابطہ منقطع کر کے جوزف کے کمرے میں آگیا۔

جیمسن نے سوالیہ نظر وہ سے اس کی طرف دیکھا۔

”شاید تمہارا خیال درست تھا۔“ بلیک زیرو بولا۔ ”وہاں اس فون نمبر کا کوئی حوالہ موجود نہیں ہے۔“

”اے، مسٹر طاہر! تم کیا گڑ بڑ کرتے پھر رہے ہو؟“ جوزف بولا پڑا۔ مجھے، اس کی پرواہ نہیں ہے۔ خواہ شیطان کا چچا ہی کیوں نہ رہا ہو۔ میں، اس کے زیر علاج رہنا پسند کروں گا۔ لاؤ، اس کا فون نمبر مجھے دے دو۔ میں خود اسے اپنی کیفیت سے مطلع

کروں گا۔“

”تم، یعنی مریض..... خود، اسے فون کرو گے۔“ جیمسن بولا۔

”کیا میں کوئی لب گور مریض ہوں؟“ جوزف نے غصیلے لہجے میں پوچھا۔

”اس انجکشن سے پہلے یقیناً لب گور ہی معلوم ہوتے رہے ہو۔“

”اب تو نہیں ہوں۔ مجھے بتاؤ، اس کے فون نمبر۔“

”کیا خال ہے؟“ بلیک زیروے جیمسن کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

”میں کیا بتاؤں؟ اگر نہ ہر یجتنی سے رابطہ قائم ہو سکتے ہو یہ بات ان کے علم میں ضرور لا اور

”اب وہاں سے جواب نہیں مل رہا صرف یجتنی بھتی ہے۔“

”لا ڈال کالو..... کہاں ہے اس کا کارڈ؟“ جوزف نے بھتی اتناضا کیا۔

”تمہارے بارے میں پوچھنے بغیر میں، تمھیں کوئی قدم نہیں اٹھانے دوں گا۔“

”ویکھو، مسٹر طاہر!“ جوزف آنکھیں نکال کر بولا۔ ”مجھے کوئی غلط قدم اٹھانے پر مجبور نہ کرو۔“

”اُف فوہ: تو تم کوئی غلط قدم اٹھانے کی بھتی سوچ سکتے ہو۔“ جیمسن نے کہا اور جوزف براسامنہ بنائے ہوئے دوسری طرف مڑ گیا۔

جیمسن کو ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کی شخصیت ہی بدلتی ہے..... وہ جوزف ہی نہ ہو۔“

اچانک وہ، بلیک زیرو کی طرف مڑ کر بولا۔ ”مسٹر طاہر، بارے میں معلوم کرو کہ وہ، مجھے اپنے ساتھ ہی رکھنے پر آمادہ ہیں یا نہیں۔“

”اچھا..... اچھا..... میں معلوم کروں گا۔“

”ابھی اور اسی وقت۔“ جوزف نے جارحانہ انداز میں کہا..... اور جیمسن نے بلیک زیرو کو وہاں سے چلے جانے کا ارادہ کیا۔

”ٹھیک ہے۔ میں دیکھتا ہوں۔“ بلیک زیرو نے نے کہا اور فون والے کمرے میں

چلا آیا۔ گھٹری دیکھی۔ ابھی پندرہ منٹ پورے ہونے میں دو منٹ باقی تھے۔

ٹھیک دو منٹ بعد فون کی گھنٹی بجی تھی۔ بلیک زیرو نے ریسیور اٹھالیا۔ سائیکو مینشن ہی کی کال تھی۔

”ند کو رہ نمبر سرے سے فون نمبر ہی نہیں ہے۔“ دوسری طرف ہے آواز آئی۔

”فون نمبر ہی نہیں ہے؟“ بلیک زیرو نے حیرت سے دہرا یا۔

”ہاں، شہر میں ناکن، وون کا سامنہ ہے ہی نہیں۔“

”میں تو چیف کو اس کی اطلاع دینی چاہیے۔“

”اطلاع دی جا رہی ہے۔“

بلیک زیرو نے ریسیور کھا ہی تھا کہ ساؤنڈ پروف کرے کے دروازے پر بزرگشی دکھائی دی۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ ایکشو والے فون کی گھنٹی نج رہی ہے۔

ساؤنڈ پروف کرے میں داخل ہو کر اس نے دروازہ بولٹ کیا اور فون کی طرف بڑھ گیا..... اس فون پر ایکشو کی آواز میں گفتگو کرنی تھی۔

دوسری طرف سے وہی اطلاع ملی، جو خود اس نے سائیکو مینشن تک پہنچائی تھی۔
پوری بات سن کر اس نے کہا۔ ”صادر سے گنكٹ کرو۔“

”بہت اچھا۔ جناب!“

”اور پھر کسی قدر رو قلنے سے صادر کی آواز سنائی دی۔“

”کیا تم، فیلڈ ورک کے قابل ہو؟“ اس نے صادر سے پوچھا۔

”جی ہاں، میں بالکل ٹھیک ہوں۔“

”اچھا تو رانا پیلس پر نظر رکھو۔ کچھ دیر پہلے وہاں ایک ڈاکٹر پہنچا تھا۔ جوزف کو ایک انگلش دے کر اپنا فون نمبر چھوڑ گیا تھا۔ اور ہدایت کی تھی کہ اسے، جوزف کی کیفیت سے باخبر رکھا جائے۔ فون نمبر غلط ثابت ہوا۔“

”میں نہیں سمجھا، جناب!“ صادر کی آواز آئی۔

”اس سیریز کے نمبر شہر میں نہیں ہیں۔ بہر حال، جوزف، اس انجکشن کے اثر سے حیرت انگیز طور پر اٹھ کھڑا ہوا ہے لیکن انداز جا رہا ہے۔ ایسا لگتا ہے، اب اسے پانے بار کی بھی پرواہ نہ ہو۔“

”میں سمجھ گیا ہوں، جناب! فوراً روانہ ہوتا ہوں۔“

”ویسیں آل۔“ کہہ کر بلیک زیرو نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ ساؤنڈ پروف کرے سے نکلے اسے مقتول کیا۔ اور جوزف کے کمرے کی طرف پڑا۔ لیکن کمرے میں داخل ہوتے ہیں اس کے قدم لاکھڑائے تھے۔ کیونکہ جیمسن فرش پر اونڈھا پر انظر آیا تھا اور جوزف کا کہیں پہنچا تھا۔ بوکھلانے ہوئے انداز میں اس نے جیمسن کو سیدھا کمرے بخوبی ڈالا لیکن اس کی آنکھیں نہ کھلیں۔ بے ہوش خاصی گہری معلوم ہوتی تھی۔ پھر وہ، اس کو اسی خال میں چھوڑ کر فون والے کمرے کی طرف بڑھا، فون پر گیٹ کے چوکیدار سے رابطہ قائم کیا۔

”جناب عالی!“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

”کالے آدمی کی باہر نہ جانے دیتا۔“

”وہ تو گیا۔ جناب!“

”کب..... کیسے.....؟“

”بس ابھی ابھی گیا ہے، کالی جیپ نے گیا ہے۔“

”اوہ.....“ بلیک زیرو نے ریسیور کریڈل پر کھکھ کر ساؤنڈ پروف کرے کی طرف دوڑ لگائی۔

جوزف جلد از جلد شہری آبادی سے نکل جانا چاہتا تھا۔ اس کا رخ سا حلی علاقے کی اس بستی کی طرف تھا جس میں ملکی و غیر ملکی سیاہ فام لوگ آباد تھے۔ اسے خدشہ تھا کہ کہیں اس جیپ کی وجہ سے پکڑا نہ جائے۔ جسے وہ ڈرایو کر رہا تھا۔ کچھ دیر پہلے اس

سے جو رکت سرزد ہوئی تھی۔ اس پر نہ وہ خوش تھا اور نہ رنجیدہ۔

بلیک زیر و کی عدم موجودگی میں اس نے دن بیلیس سے نکل جانا چاہا تھا۔ جیمس نے اسے روکنے کی کوشش کی تھی اور اس نے آپے سے باہر ہو کر اس کی کنپٹی پر ایک ہاتھ پر سید کر دیا تھا، جسے وہ نہ سہار سکا، بہر حال، اس طرح اسے بے ہوش کر کے وہ رانی بیلیس سے نکل بھاگا تھا۔

شہری آبادی کے اختتام سے پہلے ہی اس نے جیپ ایک گلی میں موڑ کر روکی اور اسے دہیں چھوڑ کر پھر سڑک پر آگئیا۔ اور یہاں سے ایک آلو کشاپر منزل مقصود کی طرف روانہ ہو گیا۔ پھر آلو کشاٹھیگ سلوو اسٹریک ریستوران کے سامنے رکا تھا۔ جس کی ماکہ، جوزف ہی کی ہموطن، ایک سیاہ فام عورت مزقتی می پانڈا تھی۔

ملک میں شراب بندی سے قبل یہاں ”سلور سڑک بار“ کا بورڈ آؤیناں تھا لیکن اب ”بار“ کی جگہ ”ریستوران“ نے لے لی تھی لیکن چوری چھپے شراب کا بیو پاراب بھی جاری تھا۔ لیس فرق صرف اتنا ہوا تھا کہ اسمگلی کی ہوئی شراب اجنبیوں کے ہاتھوں فروخت نہیں کی جاتی تھی۔

جوزف جب اندر داخل ہوا تو نبھی کاؤنٹر کے پیچھے موجود تھی۔ جوزف پر نظر پڑتے ہی وہ اچھل پڑی اور پھر اس کی آنکھوں میں خوف کی پر چھائیاں نظر آئی تھیں۔

جوزف کاؤنٹر پر ہاتھ رکھ کر آگے جھکتا ہوا بولا۔ ”ڈر نہیں، میں بہوت نہیں ہوں۔“
”عمل..... لیکن..... بت..... تم.....“

”ہاں، میں وہی جوزف مگوئی ہوں، جو کچھ دنوں پہلے یہاں نگانا کا پتا پوچھتا ہوا آیا تھا اور میں یہاں سے سیدھا تھا رے کمرے میں جا رہا ہوں۔“



”مگر کیوں نہ نہیں“
 ”کیوں نہیں۔ کیا ہماری دوستی ختم ہو گئی؟“
 ”نہیں یہ بات نہیں۔“
 ”پھر کیا بات ہے؟ میں دراصل یہاں نہیں پہنچ سکتا۔“
 ”نگان کہاں ہے؟“ فینی نے مضطرباً انداز میں اپنے چھار
 ”وہاں، جہاں سے بھی کوئی واپس نہیں آیا۔“
 ”تو پھر مجھے خطرے میں نہ ڈالو۔ یہاں سے چلے جاؤ۔“

”وہ گروہ ختم ہو چکا ہے۔ کوئی تم سے جواب طلب نہیں کرے گا۔“
 ”ولیکن تم۔“

”پولیس میرے پیچھے ہے۔“

”اوہ۔ تو یہ بات ہے۔“ وہ طویل سانس لے کر بولی۔ ”اچھا۔ تو اور پر
 جاؤ۔ میں ابھی آ رہی ہوں۔“

اس نے کاونٹر کے نیچے ہاتھ ڈال کر ایک سمجھی لکالی اور اس کی طرف بڑھاتی ہوئی
 بولی۔ ”کمرہ نمبر تین۔“

”شکریہ، فینی! اتحادی معاملہ نہیں کا تو میں ہمیشہ سے قائل رہا ہوں۔“

”ولیکن تم اتنے بدل کیوں گئے ہو؟..... گفتگو کرنے کا انداز تک وہ نہیں رہا۔“

”میں سب کچھ بتاؤں گا، تمھیں۔“

اس سے سمجھی لے کر وہ زینوں کی طرف چل پڑا۔ اور پری منزل پر چار کمرے تھے۔ وہ
 اسی دروازے پر رکا، جس پر تین لمحہ اہوا تھا۔

تفل کھول کر کمرے میں داخل ہوا۔ یہ شاید وہی کمرہ تھا جہاں اس مغل کی ہوئی شراب
 کے کریٹ رکھے جاتے تھے۔ اس وقت بھی یہاں کم از کم ڈھائی تین سو یوں تین ضرور

رہی ہوں گی۔ لیکن جوزف نے انہیں یونہی سرسری طور پر دیکھا تھا، جیسے وہ مٹی کے
تیل کی بوتلیں ہوں..... ایک طرف ایک آرام کرسی پڑی ہوئی تھی، جس پر وہ نیم
دراز ہو گیا۔ خود اسے حیرت تھی کہ آخر اسے ہوا کیا ہے جس انجکشن کا ذکر جیسے اور
ظاہرنے کیا تھا، کیا یہ اسی کا اثر تھا۔ شاید جوانی میں کبھی ایسی کیفیت محسوس کی ہو،
جب شراب کی لہجہ نہیں گئی تھی۔

وہ اپنی اسی ڈنی کیفیت کا جائزہ لینے لگا۔ عام حالات میں وہ اپنے بارے کے حکم سے
ایک انچ بھی نہ سرگستتا تھا۔ لیکن اس وقت ایک ساتھی کو بے ہوش کر کے نکل
بھاگا تھا اور ساتھی بھی اس سے کہہ رہا تھا کہ وہ، عمران سے اجازت حاصل کیے بغیر
رانا پلیس سے باہر قدم نکالے۔ تو کیا اس نے اپنے بارے سے بیوفائی کی..... نہیں
ہرگز نہیں، بارے کی لیے تو وہ اب بھی جان دے سکتا تھا۔ لیکن یہ کیا کہ اس ایک عمارت
تک محدود ہو کر رہ جاؤ۔ یہ ناممکن ہے۔

اس نے طویل سانس لی اور سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ کیونکہ باہر سے قدموں کی چاپ
سنائی دی تھی پھر کسی نے دروازے پر ہلکی سی دستک دی۔ جوزف نے اٹھ کر
دروازے کا بولٹ گرا دیا۔ لیکن ساتھ ہی اس کا ہاتھ بغلی ہو لش پر بھی چلا گیا تھا۔

دروازہ کھول کر فتحی اندر داخل ہوئی اور جوزف دروازے کے پاس سے ہٹ آیا۔ فتحی
نے بھی دروازے بولٹ کروایا تھا۔

”اب تم سناؤ، کیا قصہ ہے؟“ اس نے جوزف کو اپر سے نیچے تک دیکھتے ہوئے
اپنے چھا اور پھر شراب کے کریٹوں پر نظر ڈالی۔

”انہیں مت دیکھو۔“ جوزف مسکرا کر بولا۔ ”میں نے بہت دنوں سے چکھی تک نہیں
۔“

”اور ایسے نظر آرہے ہو..... میں یقین نہیں کر سکتی۔“

”مت یقین کرو۔“

”خیر، چھوڑو..... میں نے ساتھا کہ تم سمندر میں غرق ہو گئے ہو۔“

”بات کچھا لیکی ہی تھی لیکن فتح گیا۔“

”لیکن نگانہ کہاں فائٹ ہو گیا؟“

”شاید وہ غرق ہی ہو گیا تھا۔“

تکمیلی

”میرے بس کا بھی بن سہی ہے لیکن ان لوگوں سے لکرا وہ لوگیا تھا۔“

”اور اب اولیس، تھارے پچھے کے“

”مگنیت“ و ”جذف نیترات“

”پھر کیا ہے؟“

”کاؤنٹر پر تفصیل میں حانے کے لئے نہیں ٹھہر سکتا تھا۔“

”تواب یگی بات بتا دو۔“

”چی بات یہ ہے کہ فی الحال، میں مردہ بنارہنا چاہتا ہوں۔ اس کے لیے تمہارے علاوہ اور کوئی نظر نہیں آتا تھا۔“

”اگر پولیس، تمہارے تعاقب میں نہیں ہے۔ تب تو یہ ممکن ہے۔ میں، تمھیں ضرور
یناہ دوں گی لیکن اگر.....“

”یقین کرو کہ پولیس، میرے پیچھے نہیں ہے۔ تم، مجھے جانتی ہو۔ میں نے کبھی اپنے کسی دوست کو شواری میں نہیں ڈالا۔“

”ہاں، یہ تو میں جائیتی ہوں۔“

”بلس تو پھر مجھ پر اعتماد کرو۔ صرف اتنے ہی دن ٹھہر ووں گا کہ ڈاکٹری اور موچھیں کچھ اور گھنٹی ہو جائیں۔“

پھر کیا کرو گے؟

”ایسے پاس کے کاروباری حریفوں کو راستے سے ہٹانا شروع کر دوں گا۔ نگاہ تو غرق

ہوئی چکا۔“

”لیکن میں نے تو سنا تھا کہ تمہارا بس بھی تمہارے ساتھی فرق ہو گیا تھا۔“
”جب میں فرق نہیں ہو سکتا تو وہ کیسے ہو جاتا۔“

نہی کسی سوچ میں پڑ گئی۔ پھر اسے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا، ”تمہارے بس کا بنس کیا ہے؟“

”چرس!“

”خود لے جاتے ہو؟“

”ہاں خلیج فارس کے ایک پانٹک تک۔“

”وہاں سے کیا لاتے ہو؟“

”سو نے کے علاوہ اور کیا لائیں گے؟“

”شراب نہیں لاسکتے؟“

”کس طرح؟“

”اٹلی کا ایک جہاں خلیج فارس ہی میں تمہارے حوالے کر دے گا۔“

”بُنس کس کا ہے؟ براہ رات تمہارا تو نہیں ہو سکتا۔“

”یہ نہیں بتاؤں گی کہ کس کا ہے؟“

”یہ معلوم کیے بغیر میرا بس ہرگز تیار نہیں ہو گا۔“

”تب تو دشواری ہے..... خیر، جب تک رہنا چاہو، یہاں رہ سکتے ہو۔ لیکن اسی

کمرے میں قیام کرنا پڑے گا۔ یہاں ایک پنگ ڈلوادوں گی۔“

”کوئی بات نہیں۔“

”لیکن ان بوتلوں پر رحم کرنا۔ بڑی مہنگی پڑتی ہیں۔“

”منو، اگر اس کی نوبت آئی تو پوری قیمت ادا کروں گا۔“

”مجھے اطمینان ہے۔“

”اور یہاں قیام و طعام کا معاوضہ بھی ادا کروں گا۔“

وہ مسکرائی اور باہر چلی گئی۔ جوزف نے پھر دروازہ بند کیا اور آرام کری پر لیٹ گیا۔

لرزتی لکیریں

اس باراونگھی گیا تھا۔ دشک سے آنکھ کھلی اور وہ سیدھا ہو کر آنکھیں ملنے لگا۔

”کون ہے؟“ اس نے اپنی آواز میں پوچھا۔

”میں ہوں..... کیا ہو گئے؟“ باہر سے فینی کی آواز آئی۔

جوزف نے انٹھ کر دروازہ ہولے کھانے کیڑے فینی کے ہاتھوں پر پھی۔

”اوہ..... تمھیں تعلیف ہوئی؟“ جوزف نے اس کے ہاتھوں پر سے ٹرے اٹھاتے ہوئے کہا اور پیچھے ہٹ کر بول۔ ”اوہ.....“

فینی نے کمرے میں داخل ہو کر دروازہ بولٹ کر دیا۔ جوزف ہٹے اسٹول پر رکھ کر پیٹھ گیا۔

”ایک عورت آئی تھی اور تمھیں پوچھ رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد پھر آئے کوکہ گئی ہے۔“

فینی نے اطلاع دی۔

”عورت..... کون عورت.....؟“ جوزف چونک پڑا۔ اس کا خیال جو لیانا فائز و اڑکی طرف گیا تھا۔

”اپنا نام نہیں بتایا تھا، اس نے؟“ فینی نے کہا۔

”کوئی سفید فام عورت تھی؟“

”نہیں، تھی تو ہمی میں سے..... لیکن اتنی باوقار تھی کہ کیا بتاؤں..... بس کہیں کی شہزادی لگتی تھی۔“

”ہمی میں سے کیا مراد ہے؟ کیا کسی سیاہ فام نسل سے تعلق رکھتی تھی؟“

”ہاں،“ فینی سر ہلا کر بولی۔

”تو تم نے کیا کہا تھا، اس سے؟“

”یہی کہ تم فی الحال، یہاں موجود نہیں ہو۔ میں نے سوچا پہلے تم سے اس کی بارے میں کوئی بات کر لون۔“

”تو گویا تم نے اس سے یہ کہا تھا کہ میں مقیم تو یہیں ہوں لیکن فی الحال موجود نہیں ہوں۔ اسی لیے وہ پھر آتے کو کہہ گئی ہے۔“

”ہاں۔ یہی بات ہے۔“

”تم نے اچھا نہیں کیا، نبی! جوزف ہر اسامنہ بنانا کر بولا۔“ میں نے شخصیں آگاہ کر دیا تھا کہ فی الحال، میں مردہ ہی بنانا رہنا چاہتا ہوا اور اسی اعتقاد کے ساتھ تمہارے پاس آیا تھا کہ یہاں یہ ممکن ہو گا۔ ورنہ سرچھپائے کو بہت جگہیں تھیں۔“

”مجھے افسوس ہے، جوزف! میرا خیال ہے، اس عورت سے کوئی بھی جھوٹ نہیں بولا سکتا۔“

”کیا مطلب.....؟“

”عجیب سی شخصیت تھی۔ الفاظ میں بیان نہیں کر سکتی۔ تم جانتے ہو کہ میں کسی سے بھی مرعوب نہیں ہوتی۔ لیکن اس نے مجھے شدت سے متاثر کیا تھا۔ پہلے ہی ہے میں سچی بات زبان سے نکل گئی۔“

”خیر.....“ جوزف ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ ”میں دیکھوں گا کہ وہ کون ہے؟“

”تم کھانا تو کھاؤ..... ہاتھ کیوں روک لیا ہے؟“

”تم نے الجھن میں ڈال دیا ہے۔“ ”اور تمہاری بدلتی ہوئی شخصیت نے مجھے الجھن میں ڈال دیا ہے۔ تم اتنے چاق و چوبند کبھی نظر نہیں آئے۔“

”میں تو خود بھی حیرت زده ہوں اپنی حالت پر۔ جوزف نے سوچا۔ پھر اس سے بولا۔“ ضروری تو نہیں کہ آدمی ہمیشہ یکساں حالت میں رہے۔ مر جانے کے بعد میری صحت بالکل ٹھیک ہو گئی ہے۔“

”میں نے کہا تھا۔ کھانا کھاؤ۔“

”بھوک ہی اڑا دی ہے، تم نے۔“ جوزف نے کہا اور کھانے کی طرف متوجہ ہو گیا۔

”خیر..... تم فلکرنہ کرو۔ اب آئی تو کہہ دوں گی کہ تم واپس ہی نہیں آئے یا پھر یہ کہہ دوں گی کہ میری لاعلمی میں مستقل طور پر پیہاں سے چلے گئے ہو..... اور ایک اسلامی تحریر چھوڑ گئے ہو۔ سو وہ تحریر تم مجھے ابھی دے دو۔“

”نہیں، میں ابھی اس پر مزید غور کروں گا۔“

”کیا تم اسے جانتے ہو؟“
”نہیں..... یا پھر وہ کوئی شناساہی ہو گی تھیں لم ارکم اس کا نام ضرور معلوم کر لیا چاہئے تھا۔“

”میں نے پوچھا تھا کہ لیکن وہ نالگئی۔ کہنے لگی میں پھر آؤں گی۔“

”تم نے کہا تھا کہ وہ شہزادی جیسی لگتی تھی۔“

”بالکل شہزادی جیسی۔“

”اچھا تو اب تم جاؤ اور دیکھو کہ وہ کب آتی ہے۔ میں اس سے ملوں گا۔“

”کوئی خطرے کی بات تو نہیں ہے؟“

”ویکھا جائے گا۔“

”خواہ مخواہ کوئی خطرہ مول ملت لو۔ میں اب بھی اسے نال سکتی ہوں۔ اسی مدد پر سے کہ تم مجھے ایک تحریر دے دو۔“

”نہیں، میں اس سے ملوں گا۔ اپنی ذمے داری پر، اور تھیں کوئی الزام نہ دوں گا۔“

نینی خالی برتوں کی ٹرے اٹھا کر چلی گئی اور جوزف پھر دروازہ بند کر کے بیٹھ دیا۔

شکم پری کے بعد پھر نیند کا حملہ ہوا لیکن یہ معمولی قسم کی نیند ہی تھی۔ اس میں شراب سے محروم، شراب زدہ اعصاب کو خل نہیں تھا۔

پھر کسی کی دستک ہی پر نیند کا سلسلہ ٹوٹا تھا۔ وہ بوکھلا کر اٹھا اور نیم بیداری کے عالم میں دروازہ کھول دیا۔ لیکن دوسرا رے ہی لمحے میں لگنے والے ڈھنی جھٹکے نے اسے پوری

طرح بیدار کر دیا اور آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔۔۔ میڈیلینا اس کے سامنے کھڑی عجیب انداز میں مسکرا رہی تھی۔ وہی میڈیلینا، جو اس پر اسرار آبوز میں اس کی ہمسفر رہی تھی اور جس کے باہرے میں عمران خیال ظاہر کر چکا تھا کہ وہ تحریکیا کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتی۔

”کیا تم مجھے سے اندر آنے کو بھی نہیں کہو گے؟“ اس نے بڑے دلاؤ نہ انداز میں کہا۔۔۔ اور جو زف اسی طرح چونک پڑا جیسے ابھی تک کوئی خواب دیکھتا رہا ہو۔

”ضرور۔۔۔ ضرور!“ وہ بول کر پیچے ہٹا ہوا بولا۔ میڈیلینا گرفتے میں داخل ہو کر چاروں طرف نظریں دوڑانے لگی۔ پھر نگاہ شراب کے کریوں پر پھر گئی۔ کیا یہ سب تمہارے لیے ہیں؟“ اس نے بالآخر کریوں کی طرف اشارہ کر کے پوچھا۔

”اُرے نہیں۔۔۔ یہ تو۔۔۔ یہ تو دوسرے کامال ہے۔“ جو زف نے دانت نکال دیئے۔ ”اپنی کیفیت بتاؤ۔۔۔ سنا تھا کہ تمہاری حالت خراب ہے۔“

”نہیں۔۔۔ اب بالکل ٹھیک ہوں۔“

”ان کریوں کے قریب تو ٹھیک ہی رہو گے۔“

”نہیں، یہ بات نہیں۔۔۔ جب سے مجھے ہوش آیا ہے۔۔۔ شراب کی طلب ہی نہیں محسوس ہوئی۔“

”مجھے دعا کیں دو۔۔۔ لیکن نہیں تم تو ایسے ہو کر مجھے بیٹھنے کو بھی نہیں کہہ رہے۔۔۔ ہم ایک دوسرے کے لیے اجنبی تو نہیں ہیں۔“

”اوہ۔۔۔ دراصل۔۔۔ بیٹھو، بیٹھو۔“ اس نے آرام کرسی کی طرف اشارہ کیا اور اس کے بیٹھنے جانے کے بعد خود بھی اسٹول کھسکا کر بیٹھ گیا۔۔۔ پھر بولا۔۔۔ تم نے یہ کیوں کہا تھا کہ مجھے۔۔۔ دعا کیں دو۔“

”اس لیے کہ ایسے نجاشن ساری دنیا میں صرف میں ہی فراہم کر سکتی ہوں۔“

”خدا کی پناہ..... تو وہ تمھارا آدمی تھا؟“

اس نے سر کو اشاعتی جنبش دی اور اسے غور سے دیکھتی رہی۔
”دلل..... لیکن.....؟“

”حیران ہونے کی ضرورت نہیں۔ اگر میں تم لوگوں کی دشمن ہوں تو تم اپنے ملک تک کیسے پہنچ سکتے؟“

”یہی تو میں بھی سوچتا ہوں۔ یقیناً باہل کو اس سلے میں غلط نہیں ہوئی ہے لیکن انہیں کوئی سمجھائے؟“

”اس نے مجھے اس کا موقعہ ہی نہیں دیا۔ ورنہ میں خود سمجھادیتی۔ لیکن اب اس کی غلط نہیں رفع ہو جانی چاہیے۔ ورنہ اس کی زندگی خطرے میں پڑ جائے گی۔ اس سمجھانے کی کوشش کرو کہ ہماری اڑائی تم سے نہیں بلکہ ہڑی طاقتوں سے ہے۔“

”میں تو سمجھتا ہوں۔ مستی؟“

”متھی غیمت ہے کہ تم سمجھدار ہو۔“

”لیکن میرے سمجھدار ہونے سے کیا ہو گا۔“ جوزف نے حیرت سے کہا۔

”تم مجھے اس کی تلاش میں مددوو گے۔“

”لیکن میں تو نہیں جانتا کہ وہ کہاں ہے؟“

”دونوں مل کر کوشش کریں گے تو معلوم ہو جائے گا۔“

”تم بہت مہربان ہو، مستی۔“

”بلس تو پھر تیار ہو جاؤ۔“

”کیا ابھی چنان ہے؟“

”ہاں، ابھی اور اسی وقت..... یہاں اس تنگ سے کمرے میں گھٹ کر رہ جاؤ گے۔“

”ولیکن باہر نکلنے کا خطرہ کیسے مول لوں؟“

”اسی طرح جیسے یہاں تک آئے تھے۔“

”وہ تو پتا نہیں، کس طرح آگیا تھا۔ یہاں لوگ مجھے پیچا نہتے ہیں۔“

”تم اس کی فکر نہ کرو۔ یہ میری ذمے داری ہے۔“

”اچھا مست! میں یونچ جاگر نہیں کا حساب صاف کراؤں۔“

”اس کی بھی ضرورت نہیں۔ میں پہلے ہی حساب میباق آرچکی ہوں۔“

”بس تو پھر اٹھ ہی جاؤں۔ جوزف لاف کہا۔

وہ چھوٹی سی تجربہ گاہ ساحل سمندر کے ایک ویران علاقے میں واقع تھی۔ یہاں مچھلیوں کی افزائش نسل سے متعلق کام ہوتا تھا۔ مختلف قسم کے تجربات کیے جاتے تھے۔ جاپانی ماہرین کی نگرانی میں یہاں ایسے صدف پیدا کرنے کے امکانات کا جائزہ بھی لیا جاتا رہا تھا، جن سے موٹی نکلتے ہیں۔

بڑی پر سکون جگہ تھی۔ دور دور تک کسی دوسری عمارت کا وجہ نہیں تھا۔ اس تجربہ گاہ میں کام کرنے والے اوقات کار کے اختتام پر اپنی اپنی قیام گاہوں کی طرف روانہ ہو جاتے تھے لیکن ایک جاپانی ماہر اوشیدا وہیں رہتا تھا۔ لہدارات کو بھی اس عمارت کی کوئی کھڑکیاں روشن نظر آتی تھیں۔

اوشیدا کے علاوہ ایک چوکیدار بھی تھا جو رات کو پہرہ دینے کی بجائے لمبی ٹان کر سوتا تھا اور اوشیدا اس سے علم بھی نہیں تھا اور علم ہوتا بھی کیسے، جب کہ وہ خود ہی اسے رات کے کھانے کے بعد سلا دیا کرتا تھا۔

اوشیدا اپنا کھانا خود ہی پکایا کرتا تھا۔ اور اس کا معمول تھا کہ رات کے کھانے کے بعد چوکیدار کو اپنی بنائی ہوئی چائے کا ایک کپ ضرور پلاتا تھا اور اس چائے کے پیتے ہی چوکیدار پر نیند کا غلبہ ہوتا تھا اور اسے بھی اس چائے کی ایسی چاٹ پڑی تھی کہ سر شام

ہی اس کی طلب محسوس ہونے لگتی تھی اور رات کے کھانے کے بعد خود ہی اس جگہ پہنچ جاتا تھا جہاں اوشیدہ اپنا کھانا تیار کیا کرتا تھا۔ چوکیدار چائے پی کر چلا جاتا اور اپنی کوٹھری میں پہنچ کر ڈھیر ہو جاتا۔ کچھ دیر بعد اوشیدہ بھی باہر نکلتا اور اس کا اطمینان کر لینے کے بعد کہ چوکیدار سو گیا ہے، وہ موڑ سائیکل اٹھاتا تھا اور عمارت کو مقفل کر کے ساحل کے بالکل ہی ویران حصے کی طرف نکل جاتا تھا۔

اس کے دوسرے ساتھیوں کو اس کی ان مصر و فیاض کا علم نہیں تھا۔ آج بھی اس نے معمول کے مطابق موڑ سائیکل سنچال تھی اور عمارت کو مقفل کر کے نکلا چلا گیا تھا۔ رات کے نوبجے تھے اور فضا میں پر سورموجوں کے ساحل سے ٹکرانے کی آواز کے علاوہ اور کسی قسم کی کوئی آواز نہیں پائی جاتی تھی۔ لیکن اب اس میں موڑ سائیکل کے انہن کا شور بھی شامل ہو گیا تھا۔

موڑ سائیکل کی رفتار تیز نہیں تھی۔ تھوڑی دیر بعد اس نے ایک پوائنٹ پر روشنی کے اشارے دیکھے اور اسی جانب بڑھتا چلا گیا۔ یہ اشارے ایک موڑ بوٹ سے ہوئے تھے۔ اس کے قریب پہنچ کر اس نے موڑ سائیکل روکی اور اتر کر موڑ بوٹ کی سید میں جا کھڑا ہوا۔ یہاں سمندر پر سکون تھا..... اس نے مخصوص انداز میں اپنے ہاتھ ہلانے اور موڑ بوٹ سے سرچ لائٹ کی روشنی اس پر پڑی اور اس نے پھر کسی قسم کا اشارہ کیا۔ اس بار موڑ بوٹ آہستہ آہستہ خلکی کی طرف بڑھنے لگی۔ اور پھر وہ اتنی قریب آگئی کہ اوشیدا بے آسانی اس پر چڑھ گیا۔ موڑ سائیکل اس نے کنارے ہی پر چھوڑ دی تھی۔

موڑ بوٹ کا رخ موڑ دیا گیا۔

ذرا اور بعده خاصی تیز رفتاری سے جنوب کی طرف چلی جا رہی تھی۔ اوشیدا خاموش بیٹھا رہا۔ کشتی پر دوا فرا اور بھی تھے لیکن وہ آپس میں بھی گفتگو نہیں کر رہے تھے۔ یہ سفر قریباً بیس منٹ تک جاری رہا تھا۔ اوشیدہ کے انداز سے معلوم ہوتا تھا یہ سفر اس

کے لیے کوئی نئی بات نہ ہو، کیونکہ موٹر بوٹ کے رکتے ہی وہ اس پر سے چھلانگ لگا کر خشکی پر آیا تھا۔ اور ایک طرف چل پڑا تھا اور موٹر بوٹ پر موجود افراد میں سے کسی نے بھی اپنی جگہ سے جنبش تک نہیں لکھی۔

ریت کی مختصری پڑی طے کر گئے وہ اس پتھریلی چڑھائی پر چڑھنے لگا، جس نے کہیں کہیں اچھی خاصی پہاڑیوں کی سی ٹکل اختیار کر لی تھی اور اب ایک چھوٹی سی ٹارچ اس کے ہاتھ میں روشن تھی، جس کی مدد سے وہ اپنے راستوں کا تعین کر رہا تھا۔

حوزی دیر بعد وہ ایک ایکی عمارت کے سامنے ہٹرا نظر آیا، جس کی ساری کھڑکیاں روشن تھیں۔ وہ آگے بڑھا، بڑا آمدے میں ایک کٹتے نے اس کا استقبال کیا تھا لیکن وہ اس پر جھپٹنا نہیں تھا بلکہ ہلکی سی گراہبٹ کے ساتھ اس کے قدموں میں لوٹنے لگا تھا۔

دروازہ کھلوانے کے لیے اسے دستک بھی نہیں دینی پڑی تھی۔ دروازہ خود بخوبی دکھلا تھا اور وہ کسی ہنچکا ہبٹ کے بغیر اندر چلا گیا تھا۔



راہداری کے سرے پر پہنچتے ہی کسی نے کہا۔ ”روم نمبر گیارہ مسٹر او شیدا!“ وہ بائیں جانب مر گیا۔ اور اسی راہداری کے قیسے دروازے پر پہنچ کر رک گیا۔ بلکی سی دستک دی۔

”پلیز..... کم ان.....“ اندر سے ایک نسوانی آواز آئی۔ اوشیدا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔ سامنے بڑی سی میز پر ایک سیاہ فام آدمی چت پڑا ہوا تھا اور اس کے قریب ایک سیاہ فام عورت بھی کھڑی تھی۔ ”مسٹر او شیدا۔“ اس نے سیاہ فام مروکی طرف اشارہ کر کے کہا۔ ”اس کا خون ٹھیٹ کر کے بتاؤ کہ اسے آری تھری کتنی مقدار میں دیا جاسکتا ہے؟“

اوشیدا نے سر کو جنبش دی اور بائیں طرف والی میز پر رکھے ہوئے آلات کی طرف متوجہ ہو گیا۔ لیکن پھر آلات کی جانب جانے کی بجائے اس میز کی طرف بڑھا جس پر سیاہ فام آدمی لیٹا ہوا تھا۔ اس نے جھک کر اس کا جائزہ لیا۔ اور پلکیں اٹھا اٹھا کر آنکھیں دیکھیں۔

”کیا یہ کسی نشہ آور دووا کے زیر اثر ہے؟“ اس نے سیاہ فام عورت سے پوچھا۔ عورت نے سر کو اشائی جنبش دی۔

”تب تو فوری طور پر میں کچھ نہیں کر سکتا۔“ اوشیدا نے کہا۔ ”کیوں نہیں کر سکتے؟“

”جب تک کہ اس کے ستم سے نشے کے اثرات زائل نہ ہو جائیں ہٹنگ کے لیے خون لینا پرکار ہو گا۔“

”تب تو خاصا وقت درکار ہو گا۔“

”یہی بات ہے۔“

”خیر ان ظار کیا جائے گا۔“

”لیکن میں ایک گھنٹے سے زیادہ نہیں ٹھہر سکوں گا۔“

”کیا مطلب؟“

”انچارج جانتا ہے۔“ اوشیدا نے لاپ تپواہی سے کہا۔
عورت نے مذکر دیوار سے لگے ہوئے سونچ بورڈ کے ایک سونچ پر انگلی رکھدی۔

دوسرا ہی سونچ میں ایک آواز گنجی۔ ”پیلو.....!“

”مارک..... میں میڈیلینا ہوں۔“ عورت نے اوپری آواز میں کہا۔

”لبیں، ماڈام!“

”مسٹر اوشیدا کہہ رہے ہیں کہ وہ ایک گھنٹے سے زیادہ نہیں ٹھہر سکتے لیکن اس میں بھی خاصا وقت صرف ہو گا۔“

”مسٹر اوشیدا ٹھیک کہتے ہیں، ماڈام! ان کی زیادہ دیر غیر حاضری نامناسب ہو گی۔“
”آواز آئی۔“

”تو پھر کوئی متبادل انتظام ہونا چاہیئے۔“

”صرف مسٹر اوشیدا ہی آر۔سی۔ ٹھری کے اسپیشلمنٹ ہیں۔ اور کوئی یہ کام نہیں کر سکے گا۔“

”مجھے جلدی ہے۔“

”مسٹر اوشیدا کو میرے پاس بیچ دیجئے۔“

عورت نے اوشیدا کی طرف دیکھا اور وہ سر کو جنبش دے کر کمرے سے نکل آیا۔ اور دائیں جانب مذکر سیدھا چلتا رہا۔ پھر راہداری کے اختتام پر رک گیا۔

”پلیز..... کم ان، مسٹر اوشیدا!“ راہداری میں آواز گنجی اور وہ ایک کمرے کا دروازہ کھول کر اندر واخل ہوا۔

سامنے ایک قد آور تو ان سفید فام آدمی کھڑا تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر اوشیدا سے مصافحہ کیا۔

”کیا قصہ ہے، مسٹر مارک؟“ اوشیدا نے پوچھا۔

”اس عورت نے دشوار میں ڈال دیا ہے۔“ مارک آہستہ سے بولا۔

”میں نے اسے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔“

”مادام میں تھری بی کی پسل اسٹنٹ ہے۔ تمھیں رکنا ہی پڑے گا، مسٹر اوشیدا۔“

”سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ سرکاری لیب میرے چارچ میں ہے ہے سامنے ہے کہ دات بھرخالی پڑی رہے چوکیدار بھی بیج سے پہنچ نہیں ہو گا۔“

”واقعی دشواری آپڑی ہے۔“

”یہ کام کل شب کو بھی ہو سکتا ہے۔ اس وقت تک فرگ کے اثرات خون سے پوری طرح زائل ہو چکے ہوں گے۔ اگر سی تھری کی مقدار کے لیے خون کی شستگ نہیں کھیل نہیں ہے۔“

”میں سمجھتا ہوں۔“ وہ سر ہلا کر بولا۔ ”اچھا۔ تم یہیں ٹھہرو۔ میں خود جا کر اسے سمجھتا ہوں وہ کمرے سے نکل کر اس کمرے کی طرف بڑھ گیا، جہاں میڈیلینا تھی۔

”کیا کہہ رہا ہے؟“ میڈیلینا نے اسے دیکھ کر پوچھا۔

”وہ ایک گھنٹے سے زیادہ نہیں رک سکتا، مادام! سرکاری لیب کا انچارج ہے۔ اور لیب ہی کے ایک حصے میں رہتا بھی ہے۔ چوکیدار کو نشہ آور چائے پلوا آتا ہے۔ اگر اسی وقت واپس نہ گای تو ڈیوٹی پر آنے والوں کو لیب مقفل ملے گی۔“

”تب تو واقعی دشواری ہو گی۔“ میڈیلینا کچھ سوچتی ہوئی بولی۔ ”میں دراصل یہ کام اپنی موجودگی میں کرنا چاہتی ہوں۔ جانتے ہو، یہ کون ہے؟“

اس نے میز پر بیہوٹ پڑے ہوئے سیاہ فام آدمی کی طرف اشارہ کیا تھا۔

”میں، مادام!“

”عمران کا باڑی گارڈ جوزف مگونڈا ہے۔ میں اسے آر۔ سی۔ تھری کا انجکشن دلوانا چاہتی ہوں۔“

”یہ کام میں خود اپنی نگرانی میں کر سکتے ہوں۔“

”مجبوراً یہی کرنا پڑے گا۔ بات صرف آر۔سی۔ تھری ہی تک نہیں رہے گی۔ اس کے بعد اسے روما کیو۔ پی دیا جائے۔“

”یہ انجکشن میرے پاس نہیں ہے۔“

”میں فراہم کر دوں گی۔“

”اس کے بارے میں جانتا بھی نہیں ہوں۔ میرے لیے بالکل نیا نام ہے۔“

”آر۔سی۔ تھری تو آدمی کو اپنی شخصیت کے احساس سے عاری کر دیتا ہے۔“

”جی ہاں، میں جانتا ہوں۔“ مارک نے کہا۔

اور وہ انجکشن روما کیو۔ پی، اس میں ایک نئی حس پیدا کرے گا۔ شکاری کتوں کی سی حس۔ اس طرح وہ خود ہی اپنے مالک کو ڈھونڈنے کا لے گا۔“

”یعنی اپنی شخصیت کے احساس سے عاری ہو جانے کے بعد شکاری کتابن جائیگا۔“

”نصر کار کر دیگی کے اختبار سے۔ کتوں کی طرح بھونکے گا نہیں۔ تم اسے کسی کی بھی بو پر لگا سکو گے۔“

”میں نہیں سمجھا۔“

”اگر یہاں سے تمھارا کوئی قیدی فرار ہو جائے تو تم اس کا استعمال کیا ہو۔ الباس اسے سنگھا کر مفرور کی تلاش میں روانہ کر سکو گے۔ وہ، اسے کسی کھوجی کتے ہی کی طرح ڈھونڈنے کا لے گا۔“

”کمال ہے، اگر میں اس سے لاعلم ہوں۔“

”حال ہی کی ایجاد ہے۔“

”آپ مطمئن رہیں۔ میں اپنی نگرانی میں سارے کام کراؤں گا۔“

”ولیکن بہت دیر ہو جائے گی۔ خیر تو سنو، جب بھی آر۔سی۔ تھری کا انجکشن لگ سکے۔ اس کے ٹھیک آٹھ گھنٹے بعد روما کیوپی کا انجکشن دیا جائے گا۔“

”بہت بہتر.....“

”او بحال ت بیو شی ہی اگر اس کا میک اپ بھی کرو دیا جائے تو بہتر ہو گا میں نہیں چاہتی
کہ عمران کی تلاش کے دران میں اسے بحیثیت جوزف پچانا جائے۔“

”یہ کام تو ابھی شروع کرایا جا سکتا ہے۔“ مارک نے کہا۔ ”پلاٹک میک اپ کا ماہر
موجود ہے۔“

”ٹھیک ہے تو اسی سے ابتداء کرو۔“ میڈیلینا نے کہا۔

”میں ابھی آیا۔“ کہتا ہوا وہ دروازے کی جانب بڑھا ہی تھا کہ عجیب سی آواز پوری
عمارت میں گونجنے لگی۔ اور وہ چھل پڑا۔

”کیا بات ہے؟“ میڈیلینا نے اسے گھوڑتے ہوئے سوال کیا۔

”کوئی غلط طریقے سے عمارت میں داخل ہوا ہے۔“ مارک نے کہا اور تیزی سے
باکسیں جانب والے سونچ بورڈ کی طرف بڑھا۔ میڈیلینا کی نظر اسی پر تھی۔ مارک نے
سونچ بورڈ پر ایک سونچ آن کیا۔ اور اسی کے قریب دیوار پر ایک اسکرین روشن ہو
گئی۔ اسکرین پر کسی عمارت کا پلان نظر آ رہا تھا۔ میڈیلینا بھی مارک کے قریب ہی
اکھڑی ہوئی۔

عمارت میں گونجنے والا شوراب ہتم چکا تھا۔

”یہ دیکھنے۔“ مارک نے اسکرین کی طرف اشارہ کیا۔ ایک نہما ساتاریک نقطہ
اسکرین پر آہستہ آہستہ حرکت کر رہا تھا۔

”کون ہو سکتا ہے؟“

”ابھی پکڑ جائے گا۔ وہ چھت پر ہے۔“ مارک نے کہا۔

”تم خود دیکھو، اس کے علاوہ اور کوئی نہ ہو گا۔“

”آپ غالباً عمران کی بات کر رہی ہیں..... لیکن یہاں کئی بار ایسا ہو چکا ہے۔ اس
ویرانے میں تنہا عمارت دیکھ کر بہترے آپے سے باہر ہو جاتے ہیں۔ دیواروں پر

کمندیں ڈال کر چھت پر چڑھتے ہیں اور پکڑے جاتے ہیں۔ وہ دیکھئے..... ہماری سیکیوریٹی کے لوگ بھی حرکت میں آگئے ہیں۔“

اسکرین پر کچھ اور بھی متحرک نقطے نظر آنے لگے تھے میں وہ پہلے نقطے سے بہت فاصلے پر تھے۔

میڈیلینا کی نگاہ اسکرین پر جمی ہوئی تھی۔ پلان میں پہلے سے داخل ہونے والا نقطہ بہت ہی نپے تھے انداز میں حرکت کر رہا تھا۔ اور وہ صرف نقطوں سے اس کا فاصلہ کم ہونے کی وجہ سے بڑھتا ہی جا رہا تھا۔ اس کی وجہ سے اس کا فاصلہ کم یہ عمران کے علاوہ اور کوئی نہیں ہوا تھا۔“ وغیرہ اس کے کہا اور دروازے کی طرف بڑھتی ہوئی بولی۔“ مجھے دیکھنے دو۔“

”ٹھہریے، ماڈام!“ وہ زور سے چینا۔“ شاید اس نے پلان کی مرہ تباہ کر دیا۔“

میڈیلینا نے مرکر دیکھا۔ اسکرین تاریک ہو چکی تھی۔ وہ پھر پلٹ آئی اور مارک سے بولی۔“ نہیں ٹھہر دے بالکل ایسے بن جاؤ جیسے اس کی موجودگی سے لاعلم ہو۔“
”ولیکن سیکیوریٹی گارڈز اس کے پیچھے ہیں۔“

”اگر وہ اس وقت بھی ہاتھ نہ آیا تو میں نہیں کہہ سکتی کہ کیا ہوگا۔“

”اگر یہ عمران ہی ہے تو بچ کر نہیں جاسکے گا۔ آپ مطمئن رہئے۔“ مارک بولا۔

”کیا یہ ہماری کوئی نبھی عمارت ہے؟“ تحریکیا نے طنزیہ لجھے میں پوچھا۔

”نہیں، ماڈام! اس کا رہا ایک پروجیکٹ ہماری نگرانی میں چل رہا ہے۔“
”تو پھر کسی غلط نہیں میں نہ رہنا۔ عمران نے اس عمارت میں داخل ہونے سے قبل اس کا پلان حاصل کر لیا ہوگا۔ پلان کی مرے کا ناکارہ ہو جانا بھی اسی بات پر دلالت کرتا ہے۔ ورنہ کسی معمولی چور کو کیا معلوم کہ پلان کی مرہ کہاں پوشیدہ ہے؟“

”خدا کی پناہ! یہاں تک میرا ذہن پہنچا ہی نہیں تھا۔“

”وہ سیکیوریٹی گارڈز کے ہاتھ نہیں آئے گا۔“ میڈیلینا نے کہا۔ کچھ سوچتی رہی پھر

بولی ”یہاں کی روشنی بجھا دو اور یہیں ٹھہر کر اس کا انتظار کرو۔“

”لیکن کیا ضروری ہے کہ وہ اسی کمرے میں آئے؟“

”وہ اس کی تلاش میں یہاں آیا ہے۔“ نمیدیلینا یہیں جوزف کی طرف ہاتھاٹا کر بولی۔ ”اور اب میں یہ سوچنے پر مجبور ہوں کہ اس نے جوزف کی نقل و حرکت پر نظر رکھی تھی۔ ویسے تم بے فکر رہو۔ یہ شخص بھی یہاں کے ریکارڈ کے مطابق مر چکا ہے۔“

”میں نہیں سمجھا۔“
”عمران کے ساتھ ہی یہ بھی غرق ہوا تھا۔“

”تب تو مجھے جواب دی کا خدا شنبیں ہونا چاہیے۔“

”اویشیدا کو یہاں سے نکال آؤ۔“ نمیدیلینا نے کہا۔

”بہت بہتر۔“ مارک نے کہا اور کمرے سے باہر آگیا۔ اس دوران میں خود نمیدیلینا نے کمرے میں اندھیرا کر دیا تھا۔ مارک تیزی سے چلتا ہوا اس کمرے میں پہنچا، جہاں اویشیدا کو چھوڑ گیا تھا۔

”تم فوراً چلے جاؤ۔“ مارک نے اس سے کہا۔

اویشیدا اٹھ کھڑا ہوا لیکن مارک کے چہرے نظر آنے والی سر اسی مگری اس سے پوشیدہ نہ رہ سکی۔

”کیا بات ہے، مسٹر مارک! تم کچھ پر یثان نظر آ رہے ہو؟“

”کوئی خاص بات نہیں۔ اور پکا کوئی موجود ہو تو یہی کیفیت ہوتی ہے۔ بس تم نکل ہی جاؤ۔ کل شب کو دیکھا جائے گا۔“

اویشیدا کمرے سے نکل گیا۔ اور مارک کھڑا سوچتا رہا کہ اب اسے کیا کرنا چاہیے۔ وہ یہاں کے پروجیکٹ میں مشیر کی حیثیت رکھتا تھا۔ بظاہر مغربی جرمنی کا فرستادہ اور بیاطن زیر ولینڈ کا ایجنسٹ بھی تھا۔ لیکن ابھی تک اسے کوئی ایسا واقعہ پیش نہیں آیا تھا، جس کی بنا پر اس کی دونوں یعنیتیں آپس میں متصادم ہوتیں۔ عمران کے سلسلے میں

اے عملی حصہ نہیں لینا پڑا تھا۔ محض اس سے ہوشیار رہنے کے لیے اس کی تصویر اس تک بھی پہنچا دی گئی تھی۔ اور اب اس عورت میڈیلینا کی وجہ سے بھی خواجہ مخواہ ملوث ہو گیا تھا۔

دفعہ کسی نے دروازے پر دستک دی اور وہ اچھل پڑا۔ باہر سے آواز آئی۔ ”میں، اوشیدا ہوں۔ مسٹر مارک!“

وہ دانت پیس کر رہا گیا۔ پھر اسے بڑھ کر دروازہ کھوتے ہوئے پوچھا۔ ”تم ابھی تک نہیں ہو؟“

”اوہ، دیکھو! ناسیگر و کوکیا ہوا ہے؟ جب میں آیا تھا، شہب تو شہیک تھا۔ حسب معمول میرا استقبال کیا تھا۔“ اوشیدا اپنارے ہوئے انداز میں بولا۔

”کیا ہوا، ناسیگر کو؟“

”لان پر بے حس و حرکت پڑا ہوا ہے۔“

”اوہ..... نہیں، کہاں؟“ مارک نے کہا اور مضطربانہ انداز میں کمرے سے نکل آیا۔ اوشیدا اسے باہر لایا تھا۔ لان پر ایک جگہ وہی کتا پڑا ہوا نظر آیا، جس نے اوشیدا کی آمد پر اس کے قدموں میں لوٹیں لگائی تھیں۔

”کیا یہ مر گیا ہے؟“ مارک بے ساختہ اس پر جھکتا ہوا بولا۔

”نہیں، میرا خیال ہے کہ..... اوہ..... کہیں کسی نے اسے بے ہوش تو نہیں کر دیا۔“ اوشیدا چوکنا ہو کر بولا۔

”جاو۔۔۔ تم چلے جاؤ۔“ مارک جھلا کر بولا۔

”تم..... میں جا رہا ہوں۔“ اوشیدا نے کہا اور تیری سے ساحل کی طرف چل پڑا۔ مارک، کتے کو گود میں اٹھانے کی کوشش کر رہا تھا۔ اچانک اس نے نامی گن کی تڑاہٹ سنی۔۔۔ اور اچھل پڑا۔ پھر کتے کو وہیں چھوڑ دینا پڑا تھا۔ نامی گن کی فائر نگ کی آواز عورت سے آئی تھی۔ تو پھر کیا یہ ٹھلنڈی ہوتی کہ وہ دوبارہ عمارت مہی میں

داخل ہونے کی کوشش کرتا۔ اس نے عمارت کی طرف دیکھا اور سنائے میں آگیا۔ پوری عمارت تاریک نظر آ رہی تھی۔ شاید میں سوچ آف کر دیا گیا تھا۔ کیا سکیوریٹی گارڈز نے یہ قدم اٹھایا ہو گا؟ سوال نہیں پیدا ہوتا۔ اندھیرے میں وہ چور کو کس طرح پکڑیں گے؟ ایک بار پھر نامی گن کا برست مارا گیا اور اس نے یہی مناسب سمجھا کہ سینے کے بل لیٹ کر ساحل کی طرف رینگنا شروع کر دے۔

تحوڑی ہی دور چلا ہو گا کہ کوئی مخالف سمت سے آتا دکھائی دیا۔ اس کا با تھکوٹ کی اندرونی جیب میں چلا گیا، جس میں اخشاریہ دوپائچ کا پستول موجود تھا لیکن قبل اس کے کا پستول نکالتا۔ اس دھنڈلے سائے نے آہتھے سے اس کا نام لے کر آواز دی۔ ”اوہ..... اوشیدا!“ وہ طویل سانس لے کر رہ گیا۔ پھر تیزی سے اٹھا تھا۔ ”تم پھر واپس آ گئے۔“ وہ اس کے علاوہ اور کچھ نہ کہہ سکا۔

”میڈیلینا کشتی پر موجود ہے۔“ اوشیدا نے کہا۔ ”اور تمھیں بارہی ہے۔“ ”تھا ہے؟“ مارک نے پوچھا۔ ”ہاں، تھا ہی ہے۔ جلد کرو۔“

وہ بہت تیزی سے حال پر آئے تھے اور کشتی پر چڑھ گئے تھے۔ مارک نے میڈیلینا کی آواز سنی۔ وہ اس کا نام لے کر خیریت دریافت کر رہی تھی۔ ”میں ٹھیک ہوں، ما دام! لیکن نا سیگر شاید اب مر رہی جائے۔“ ”نکل چلو۔ فی الحال، یہاں تمہاری موجودگی مناسب نہ ہو گی۔“ ”پتا نہیں، وہاں کیا ہو رہا ہے؟“ مارک بولا۔ ”میں نے دوبار ٹومی گن کی فائر نگ سنی تھی۔“

میڈیلینا کچھ نہ بولی۔ موڑ بوٹ حرکت میں آگئی تھی۔ اوشیدا کو ٹھیک اس جگہ اتنا را گیا، جہاں موڑ سائکل چھوڑ کر اس نے موڑ بوٹ کا سفر اختیار کیا تھا۔ ”کل کا کیا پروگرام ہے؟“ میڈیلینا نے کہا۔ ”تا اطلاع ثانی تم وہیں ٹھہر و گے،

جہاں تھا راقیام ہے۔“

اویشیدا نے سر کو جنبش دی اور موڑ سائیکل کی طرف بڑھ گیا۔ کشتی پر اسی جانب موڑ دی گئی، جدھر سے آئی تھی۔

”اب مجھے کیا کرنا ہوگا؟ ماوا م؟“ مارک نے میڈیلینٹا سے پوچھا۔
”تنی الحال، تم میرے ساتھ چلو گے۔“





عمران کو یقین تھا کہ اب تحریکیا، جوزف پہاڑھٹا لئے کی کوشش کرے گی۔ اس لیے وہ اس کی طرف سے غائل نہیں رہا تھا لیکن اس کے باوجود جو بھی تحریکیا پر قابو لینے کی کوئی گھات سمجھ میں نہیں آئی تھی وہ میڈیلینیا ہی کے روپ میں اس مہم پر نکلی تھی اور یہی چیز عمران کو محتاط رہنے پر مجبور کرتی رہی تھی۔ آخر اس روپ میں کیوں جو عمران کا جانا پچھانا تھا۔

بہر حال، مختلف مراحل سے آرہتا ہوا وہ اس عمارت تک جا پہنچا تھا۔ جہاں جوزف کو بے ہوش کر کے لے جایا گیا تھا۔... عمارت کے پلان سے واقفیت حاصل کرنے کے بعد اس نے تنہا ہی وہاں جا گھنسے کا پروگرام بنالیا تھا۔ لیکن اسے اس کا علم نہیں تھا کہ رکھوائی کے کسی کتے سے بھی سابقہ پڑے گا۔ بہر حال، اس کے سلسلی میں ڈارٹ گن کام آئی تھی۔ جیسے ہی اس نے اس پر چھلانگ لگائی تھی، نشر آور ڈارٹ کا شکار ہو گیا تھا۔

عمران یہ بھی جانتا تھا کہ جیسے ہی چھت پر پہنچ گا، خطرے کے الارم کی آواز عمارت میں گوئخنے لگے گی اور یہی نہیں بلکہ چھت پر نصب شدہ پلان کی مرہ نیچے والوں کو اس کی نقل و حرکت سے بھی آگاہ کرتا رہے گا۔ لہذا اور پہنچ کر اس نے جلد از جلد پلان کیسے کونا کارہ کر دینے کی کوشش کی تھی۔

اس مرحلے سے بھی گزر جانے کے بعد اس نے سیکوریٹی گارڈز کی طرف توجہ دی تھی۔ وہ ان سے تصادم نہیں چاہتا تھا کیونکہ وہ اپنے ہی تھے۔ ان کے فرشتوں کو بھی علم نہ ہو گا۔ کہ خود انہی کے درمیان کس قسم کے مجرم پوشیدہ ہیں۔

بہر حال، انہیں بھی بڑی تدبیروں سے ڈارٹ گن کا نشانہ بننا کر بیہوں کیا تھا۔ ایک کو تو دوڑ کر سنچانا بھی پڑا تھا۔ بس پھر جہاں تھا، وہیں رک گیا۔ حموڑی دیر بعد اسی جگہ فرش پر زور زور سے پاؤں مار کر ایک طرف ہٹ گیا۔ موقع تھی کہ اس کا لوئی رد عمل

ضرور طاہر ہوگا۔ لیکن کہیں سے بلکل سی آواز بھی نہ آئی۔

پھر اس نے جیب سے پنسل نارجی نکالی تھی اور روشنی کی ایک باریک سی لکیر کے سہارے راستے کا تعین کر کے آگے بڑھنے لگا تھا۔ اسی طرح اس نے پوری عمارت چھان ماری تھی۔ لیکن جوزف کے علاوہ اور کوئی ہاتھ نہیں آیا تھا وہ بھی بے ہوش پڑا ہوا تھا۔

پھر اس ڈھائی من کی لاش کو لندھے پر لا کر کئی فرلانگ پیدا ل چلنا پڑا تھا... اور عمران کی آنکھوں میں ستارے قص کرنے لگے تھے۔

اور اب جوزف ایک آرام کر کر پر پڑا چھٹ کو اس طرح تکے جا رہا تھا جیسے ابھی ابھی چھٹ سے ٹپکا ہو۔ سامنے عمران کھڑا سے گھورے جا رہا تھا۔

آخر جوزف بھرا لی ہوئی آواز میں بولا۔ ”کچھ سمجھ میں نہیں آتا، باس!“

”کیا ابھی تیرا یہی دل چاہتا ہے کہ مجھے چھوڑ کر کہیں اور چلا جائے؟“ عمران نے ڈپٹ کر پوچھا۔

”نہیں، باس! پیدا کرنے والے کی قسم! اب ایسا کوئی خیال دل میں نہیں ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ مجھے کیا ہو گیا تھا؟“ وہ دونوں ہاتھ پھیلا کر بولا۔

”تو پھر وہ اسی انجکشن کا اثر تھا۔“

”لیکن اب میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کیا کروں؟“

”ہومیو پیتھی۔“ عمران ہاتھاٹھا کر بولا۔

”نہیں، باس! اس سے تنفس ہو جانے کے لیے میں کوئی دو انہیں کھاؤں گا۔ بس مجھے یوں ہی مرنے دو۔“

”بیوقوفی کی باتیں مت کرو۔“

اتھنے میں کسی نے دروازے پر دستک دی اور عمران چونک پڑا۔ کیلی گراہم کے علاوہ اور کوئی اس قیامگاہ سے واقف نہیں تھا۔

دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے اس نے بغلی ہولسٹر پر ہاتھ رکھ لیا تھا۔ آج کل اس ہولسٹر میں ریواور کے بجائے ڈارٹ گن رہتی تھی۔ پتا نہیں کہ اپنے ہی آدمیوں سے مدد بھیڑ ہو جائے..... اور اسے ان پر پہنچ لی گئی تھی۔ ہذا ڈارٹ گن ہی مناسب تھی۔

”کون ہے؟“ اس نے دروازے کے پاس پہنچ کر اوپر آواز میں پوچھا۔
”کیلی.....!“ باہر سے آواز آئی۔

عمران نے دروازہ کھول دیا۔ لیکن دوسرا حصہ ہی لمحے میں وہ بغلی ہولسٹر سے ڈارٹ گن بھی نکال چکا تھا۔ اور یہ اس لیے ہوا تھا کہ اسے کیلی کرنا ہم کے پیچھے دوافر اور بھی نظر آئے تھے۔ ان میں سے ایک نے کیلی کی کمر سے ریواور کا رکھا تھا۔ غرابا۔ ”میں اسے ختم کروں گا اور نیستول زمین پر ڈال دو۔“

کیلی نے بڑی بے بسی سے عمران کی طرف دیکھا تھا۔ عمران ڈارٹ گن فرش پر ڈال کر پیچھے ہٹ گیا۔

نووار دیکلی سمیت اندر داخل ہو کر بولا۔ ”اگر میرا ساتھی مر گیا تو اچھا نہیں ہو گا۔“
عمران کچھ نہ بولا۔ نووار دا چانک کیلی کے پاس سے ہٹ کر ریواور کا رخ عمران کی طرف کرتا ہوا بولا۔ ”اے بھی اندر راٹھلا و۔“

”بہت اچھا، جناب!“ عمران نے بڑے ادب سے کہا۔ اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ دونوں کس ملک سے تعلق رکھتے ہیں۔

وہ بہر آمدے میں آیا اور جھک کر بیہوش آدمی کو اٹھانے لگا۔ اس کی پشت دوسرے آدمی کی طرف تھی ہذا اسے اٹھانے سے پہلے اس کا ہاتھ اس کے بغلی ہولسٹر میں رینگ

گیا۔

”مہرہو! سیدھے کھڑے ہو جاؤ۔“ دفعۃ عقب سے دوسرا آدمی کی آواز آئی۔
شاید اس دوران میں اسے بھی اپنے بیویوں ساتھی کا بغلی ہولٹر یاد آگیا تھا لیکن اب
دیر ہو چکی تھی عمران اٹھتے اٹھتے کھڑا کھڑا۔ اس طرح زاویہ بدلتا رہا اور اس
کے روپ والوں کے باٹھ پر فارم کر دیا۔
پانسہ پلٹ چکا تھا۔ کیلی نے جھپٹ کر اس کے باٹھے گرے ہوئے روپ والوں پر قبضہ
کر لیا۔ اور وہ تو اپنا بایاں باٹھ پلٹ کے جھومتا رہ گیا تھا۔
اسی عالم میں عمران اسے کمرے میں دکلیں لے گیا۔ ادھر فائر کی آواز سن کر جوزف
بھی دوڑ پڑا تھا۔

”اے اندر اٹھالا تو۔“ عمران نے برآمدے میں پڑے ہوئے آدمی کی طرف اشارہ
کیا۔ جوزف نے بڑی پھرتی سے تعیل کی تھی۔ بالکل نہیں معلوم ہوتا تھا کہ ذرا دیر
پہلے مردوں کی طرح پڑا رہا ہوگا۔

وہ، اسے ہاتھوں پر اٹھا لایا اور ایک طرف فرش پر ڈال دیا۔ زخمی آدمی اب بھی ہاتھ
دبائے کر رہے جا رہا تھا۔

عمران نے دروازہ بند کر دیا اور ڈارٹ گن فرش سے اٹھا کر بغلی ہولٹر میں رکھتا ہوا
بولा۔ ”کیلی! میں نے تمھیں باہر نکلنے سے بار رکھنے کی کوشش کی تھی۔“

”بہر نکلنے بغیر کام بھی تو یہ چلتا۔“

”یہ لوگ کہاں سے ٹکرائے تھے؟“

”میں نہیں جانتی کہ کب سے اور کہاں سے میرا تعاقب شروع کیا تھا۔ ظاہر تو یہیں
اکر ہوئے تھے اور مجھے مجبور کیا تھا کہ میں دروازے پر دستک دوں۔“

”کیا خیال ہے، یہ لوگ کون ہو سکتے ہیں؟“

”معلوم کرو۔“

”کس سے معلوم کروں؟ میرا خیال ہے کہ وہ را بھی بیہوش ہونے والا ہے۔“

”خون ضائع ہو رہا ہے۔“

”ت..... تم..... لوگ پچھتا و گے، زخم آدمی کہتا ہوا بیہوش ہو گیا۔“

”اس کا زخم دیکھو،“ عمران نے کیلی سے کہا۔ ”میرا خیال ہے کہ گولی کا حال پھاڑتی ہوئی گزرنگی ہے۔“

”تم نے واقعی ممال کرویا۔“

”جان بچانے کے لیے ہر زادبیے پر نظر رکھنی پڑتی ہے۔“

”اور خود صرف ڈارٹ کن لیے پھرتے ہو۔“

”جب تک خود میری جان پر نہ کن جائے۔ سی زندگی کو ختم کر دینے سے اتر از کرنا ہوں۔“

”تمہارا فلسفہ بھی عجیب ہے۔“

”میں نے کہا تھا، ذور اس کا زخم دیکھو۔“

”ہاں دیکھتی ہوں۔“

عمران نے جوزف سے کہا۔ ”تم کب تک کھڑے رہو گے۔ جاؤ، اپنی آرام کر سی پر



”میں اب ٹھیک ہوں، بس!“
 کیلی، فرست ایڈ باکس کے لیے وسرے کمرے میں چلی گئی تھی۔ جوزف اس کے
 قریب آ کر آہستہ سے بولتا۔ ”کیا تم اس عورت پر اعتماد کرتے ہو، بس؟“
 ”تجھے یہ نئی کیوں موجہ ہی؟“
 ”بس، میں یونہی پوچھ رہا ہوں، بس! تاکہ کسی مناسبت سے اپناروپیوں کوں۔“
 ”دنی الحال، میں فیصلہ نہیں کر سکا ہوں کہ اس پر اعتماد کیا جائے یا نہیں۔“
 ”ٹھیک ہے۔ میں یہی معلوم کرنا چاہتا تھا۔“
 ”میں دیکھ رہا ہوں کہ تم پہلے سے زیادہ عظیم ہو گئے ہو۔“
 ”پتا نہیں۔ کیا بات ہے، بس! مجھے کچھ ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے میری آنکھوں کے
 سامنے سے کسی قسم کا پروہنٹ گیا ہو۔ اور جیسے وہ دن رات ہی نہ ہوں۔“
 ”ایک ڈر اساؤ کھا رہ جیل لے جائے تو بس بیڑا پار ہے۔“
 ”کوشش تو کر رہا ہوں، بس!“
 ”بس جاؤ، آرام کرو۔“
 ”یہ کون لوگ ہیں۔ بس؟“
 ”مجھے تو رومانوف کے آدمی لگتے ہیں۔“
 ”تو پھر وسرے بھی گھات ہی میں ہوں گے، اگر وہ اس عورت کو پہچانتے ہیں۔“
 ”دیکھا جائے گا۔“
 اتنے میں کیلی واپس آگئی۔ زخم دیکھ کر پہلے ہی یہ رائے ظاہر کر چکی تھی کہ وہ مندوش
 نہیں ہے۔ خون روکنے کی تدبیروں کی ضرورت پیش نہیں آئی تھی۔ کیوں کہ خون
 جمنے لگا تھا۔

باتھ کی ڈریننگ کے بعد ان دونوں کو ہوش میں لانے کی تدبیریں کی جانے لگیں

تحصیں۔

حکومتی دیر بعد اسے ہوش آگیا، جسے عمران ڈارٹ گن کا نشانہ بنایا تھا۔

جوزف ریوالور کا رخ اس کی جانب یعنی مسلسل اسے خونخوار نظروں سے گھوڑے جارہا تھا۔

”میں کہاں ہوں؟... تم لوگ کون ہو؟“ اس نے بھرائی ہوئی آواز میں سوال کیا۔

”کیا تم اسے نہیں پہچانتے؟“ عمران نے گلی کی طرف اشارہ کر کے پوچھا۔
”نہیں.....“

”حالانکہ اسی کا تعاقب کرتے ہوئے تم دونوں یہاں آئے تھے اور اسے مجبور کیا تھا کہ دروازے پر دستک دے۔“

”کیا تم ہم لوگوں کے خلاف کوئی کیس بنانا چاہتے ہو؟“ اس نے ناخوشگوار لمحے میں پوچھا۔

”نہیں تھیں تمہارے گھر تک پہنچانا چاہتے ہیں۔“

”تم دونوں ٹرک پر چلے جا رہے تھے، کسی نے زبردستی نہیں یہاں پہنچادیا۔“

”تم کسی عدالت کو جواب دی نہیں کر رہے۔ اگر زبردستی لائے گئے ہو تو یہاں دفن بھی کیے جاسکتے ہو۔“

”اوہ..... تو یہ بات ہے۔“

”ہاں، یہی بات ہے۔“

”میرے ساتھی کے ہاتھ پر پٹی کیسی بندھی ہوئی ہے۔“

”وہ زخم بھی ہو گیا تھا لیکن کوئی ایسی تشویش کی بات نہیں ہے۔ وہ بھی ہوش میں آجائے گا۔“

”تم کون ہو؟“

”تمہاری وانت میں مجھے کون ہونا چاہیے۔“

”اس سیاہ فام کی موجودگی میں تم عمران ہی ہو سکتے ہو۔“

”تمہارا خیال غلط نہیں ہے۔“

”کیا تم اس عورت کو دوست سمجھتے ہو؟“

”تاوق تیگہ اس کی کوئی دشمنی ثابت نہ ہو جائے، دوست ہی سمجھوں گا۔“ عمران نے کیلی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ لیکن کیلی کی آنکھوں میں کسی قسم کی تبدیلی محسوس کیے بغیر نہ رہ سکا۔

”فضول باتوں میں وقت نذاق کرنے سے کیا فائدہ ہے؟“ کیلی نے جلدی سے کہا۔
اس کی آواز سے بھی اضطراب ظاہر ہو رہا تھا۔

”یہ ابھی ابھی تمہارے خلاف سازش کر کے آئی ہے۔“ غیر ملکی اجنبی نے کہا۔

”تم یہ ساری بکواس سن رہے ہو۔“ کیلی بگڑ کر بولی۔

”من لینے میں کیا حرج ہے۔“

”میں ثابت کر سکتا ہوں۔“

اس سے پہلے تم اپنا تعارف کراؤ تو بہتر ہے۔“ عمران نے کہا۔

”میں انٹیونیوک ہوں اور وہ.....“ اس نے اپنے بیہوش ساختی کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ ”مر جی پیٹر ووچ ہے۔“

”رومونوف کے آدمی ہو؟“

”مجھے یقین تھا کہ تم نے اندازہ لگایا ہوگا۔ ہم حقیقتاً تمہاری نگرانی تمہارے تحفظ کے لیے کرنا چاہتے تھے۔“

”اچھا..... اچھا.....“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”مجھے علم نہیں تھا۔“

”یقین کرو۔ اس میں ذرہ برابر جھوٹ نہیں ہے۔“

”تم کہتے ہو تو یقین کر لوں گا۔ چاہئے پوچھے یا کافی؟“

”تم آخر کیا کر رہے ہو؟“ کیلی پھر جھنجھلا کر بولی۔

”میں خود بھی نہیں سمجھ سکتا کہ کیا کر رہا ہوں۔“

”وقت ضائع کر رہے ہو۔“

”پھر تم ہی کوئی معقول مشورہ دو۔“

”انہیں ٹھکانے لا کر انہیں چھوڑ چلو۔“

”ولیکن چلیں کہاں؟“

”میں سب کچھ طے کر آں ہوں۔ کام تحریری مرضی کے مطابق ہی ہوگا۔ بے فکر رہو۔“

”انیونیوک نے قہقہہ لگایا۔

”کیا یہ خوشی کی بات ہے؟“ عمران نے اس سے پوچھا۔

”تو تمھیں زبردست دھوکا دیا جا رہا ہے۔“

”اے شوٹ کر دو۔“ کیلی نے جوزف سے کہا۔

”باس کے حکم پر شوٹ بھی کر سکتا ہوں۔“

”اچھی بات ہے تو پھر میں جا رہی ہوں۔“

”نہیں، مستی! باس کی مرضی کے بغیر یہاں کچھ نہیں ہو سکتا۔“

”کیا مطلب؟“

”یہ بھیک کہہ رہا ہے۔“ عمران سر دلچسپی میں کہا۔ ”تم ابھی نہیں جا سکتیں۔“

”کیوں نہیں جا سکتی؟“

”مسٹر انیونیوک کو اپنی بات پوری کر لینے دو۔“

”وہ جو کچھ کہے گا۔ سرے سے بکواس ہو گی۔“

”بکواس ہی سہی کم از کم اس سے نیت کا اندازہ تو ہو ہی سکے گا۔“ عمران نے کہا۔

”ہاں، تو مسٹر انیونیوک! تم کیا کہہ رہے ہو؟“

”فالبائم نے دونوں طاقتوں کی مشترکہ کافرنس کی بات کی تھی۔“

”صرف دونوں طاقتوں کی نہیں بلکہ اس میں برطانیہ، فرانس اور مغربی جرمنی کی بھی شمولیت ضروری سمجھتا ہوں۔“

”بہر حال، یہ اپنے آدمیوں سے مشورہ کر کے آئی ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ یہ تم سے متفق ہو جائے۔“

”سب بکواس ہے۔ میں نے کسی سے مشورہ نہیں کیا۔ یہاں کسی سے بھی میرا رابطہ نہیں ہے۔“

”اس سے بڑا جھوٹ، اس صدی میں وہ رمانہ بولا کیا ہو گا۔“
”اتنی بڑی بات۔“ عمران مسکرا کر بولا۔

”یقین کرو، مسٹر عمران! یہ اپنے سفارت خانے میں گئی تھی اور وہیں یہ مشورے ہوئے تھے۔ مقصد یہ ہے کہ یہ تمھیں اپنے ساتھ مغربی جرمنی لے جائے اور پھر وہاں سے تھارا افواع عمل میں آئے۔“

”میں کہتی ہوں کہ یہ بکواس ہے۔“

”خیر..... خیر..... یہ ایسی کوئی خاص بات نہیں ہے۔“ عمران نے کہا۔

”تو گویا تمھیں اس کی باتوں پر یقین آگیا ہے؟“

”فی الحال، اس معاملے میں اظہار خیال کی ضرورت نہیں محسوس کرتا۔ تم میرے ساتھ آؤ۔“

عمران نے اسے دوسرے کمرے میں چلنے کا اشارہ کیا تھا۔ وہ اس طرف بڑھ گئی اور عمران، جوزف کو چوکس رہنے کی ہدایت کر کے اس کے پیچھے چل پڑا۔

دوسرے کمرے میں پہنچ کر وہ اس کی طرف مڑی اور عجیب سی نظروں سے دیکھنے لگی۔ ”اگر یہ ساری باتیں نہ ہوتیں، تب بھی تم تم سے ایک سوال ضرور کرتا۔“ عمران مسکرا کر بولا۔

”وہ سوال تم کر سکتے ہو۔“

”میں نے تاکید کی تھی کہ میک اپ کے بغیر باہر نہ لکنا لیکن تم نے پرواہ نہیں کی اور انہیں اپنے ساتھ لگالائیں۔“

”مجھے میک اپ سے انجمن ہوتی ہے۔ میری کھال بہت حساس ہے۔ مختلف قسم کے لوشنوں کو برداشت نہیں کر سکتی..... اور وہ پلاسٹک کے گلڑے خدا کی پیٹاہا!“

”تمھیں، زیر ولینڈ کے ایجنت بھی پہچانتے ہیں۔“

”یہ بھی درست ہے۔“

”اوہ وہ ایٹھو نیوک بھی غلط نہیں کہہ رہا۔“ عمران اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرا یا۔

”سنو.....!“ دفعتاً وہ بگڑ کر بولی۔ ”اگر تم مجھ پر اعتباً نہیں کر سکتے جا رہی ہوں۔“

”تھماری مرضی۔“ عمران نے خشک لبجے میں کہا۔ ”میں نے تمھیں بلا یا تھا اور نہ روک سکتا ہوں۔“

”یاد رکھو۔ یہی طرح پچھتا ہو گے۔“

عمران کچھ نہ بولا اور کیلی نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ ”تو پھر میں جا رہی ہوں۔“

”ارے، واہ! برا مان گئیں۔“ عمران زور سے نہس پڑا اور پھر آہستہ آہستہ اس کے قریب پہنچ کر اس کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا۔ اور وہ برا سامنہ بنانا کرتے چھپی ہوتی چل گئی۔ اور پھر اگر عمران نے اسے باہمیں ہاتھ سے سنبھال بھی نہ لیا ہوتا تو وہ فرش پر گری ہوتی۔

اس نے اس کے شانے کی وہ رگ دبائی تھی، جس کی چوتھا مرغز کو تیزی سے متاثر کرتی ہے۔ اس نے اسے بستو پر ڈال دیا اور کمرے کے دروازے کو باہر سے مقفل کر کے پھر وہیں واپس آگیا، جہاں جوزف ان دونوں کو کوریے کھڑا تھا۔

”اچھا ہو مسٹر اینڈونیوک! اب کیا پروگرام ہے؟“ عمران نے اس سے سوال کیا۔

”ہمارے ساتھ چلو..... ورنہ بے لوگ تم تھیں کسی قابل نہ چھوڑیں گے۔“

”تم سمجھنے میں میرا مطلب تھا کہ اس لاش کا کیا کریں؟“

”کس لاش کا؟“ اینڈونیوک نے چونک کر پوچھا۔

”اسی عورت کی بات کر رہا ہوں۔“

”یعنی کہ..... وہ عورت..... لکھ لی گرا ہم.....!“

”ہاں! میں نے اس کا اعفونت کرمائیا ہے۔“

”یہ کیا..... کیا تم نے؟“ وہ بوكھلا کر احتتا ہوا بولا۔

”پیشے رہو۔“ جوزف غرایا اور وہ مشین طور پر بیٹھ گیا۔ اس کے چہرے پر ہوا یاں اڑنے لگی تھیں۔

”تم تھیں اس سے کیا پریشانی ہے؟“ عمران نے اس غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

دوستوں کی دشمنی سے مجھے پہنا آتا ہے۔ دوستوں کے فراؤ کو میں کبھی معاف نہیں کیا کرتا۔“

”دل..... لیکن مار کیوں ڈالا؟“

”میری مرضی..... زندہ رکھ کر کیا کرتا؟“

”تھ۔..... تم نے بہت برا کیا..... وہ ہمارے کام آتی۔“

”سوال تو یہ ہے کہ میں اسے تمہارے کام کیوں آنے دیتا؟“

”پتا نہیں، کیسی باتیں کر رہے ہو؟“

”اس میں شک نہیں کہ تم انگریزی نہ بولنے والوں کی طرح انگریزی بول رہے ہو، لیکن میں اس پر یقین نہیں کر سکتا کہ تم روہنوف کے آدمی ہو۔“

”اب دوسرا طرح کی باتیں کرنے لگے۔“ وہ عجیب کھیلانے سے انداز میں بولا۔

”میرے دوست! میں سب کچھ تمہارے چہرے پر پڑھ رہا ہوں۔ کیلی کی موت کا

صد مہابھی تک تم پر سایہ کیے ہوئے ہے۔“

”بلس خاموش رہو۔ نہ جانے کیسی باتیں کر رہے ہو؟“ وہ باتھ پھیلا کر بولا۔

”جوزف..... میں ابھی آیا۔ پوری طرح ہوشیار رہنا۔“ کہتا ہوا عمران پھر اسی کمرے کی طرف چل پڑا، جہاں کیلی کو چھوڑ آیا تھا۔

فرست ایڈ بکس کے ایک خانے سے کسی سیال کی شیشی نکالی اور اسے، ہاپنپوڈر مک سیرینخ میں کھینچنے لگا۔

rights reserved. © 2002

سیال کی خاصی مقدار سرینخ میں منتقل کر لینے کے بعد کیلی کی طرف متوجہ ہوا، اب بھی بستر پر بے حس و حرکت پڑی ہوئی تھی۔

عمران نے بڑے مغموم انداز میں سر کو جنبش دیتے ہوئے اس سیال کی چھوڑی سی مقدار کیلی کے بازو میں انگکٹ کر دی اور کمرے کا دروازہ بند کرتا ہوا پھر انہی لوگوں کی طرف چل پڑا۔ اس باراں نے کمرے کا دروازہ باہر سے بولٹ نہیں کیا تھا۔

اینٹونیوک نے اتنی دیر میں اپنی حالت پر قابو پالیا تھا اور خاصے جارحانہ موڑ میں معلوم ہوتا تھا۔ عمران کو دیکھتے ہی غصیلے لمحے میں بولا۔ ”یہ ہمارے خلوس کی تو ہیں ہے۔“

”مجبوری ہے، مسٹر اینٹونیوک..... یا جو کچھ بھی تمہارا اصل نام ہو.....“

”پہنچنیں، تم کیا سمجھ رہے ہو؟“

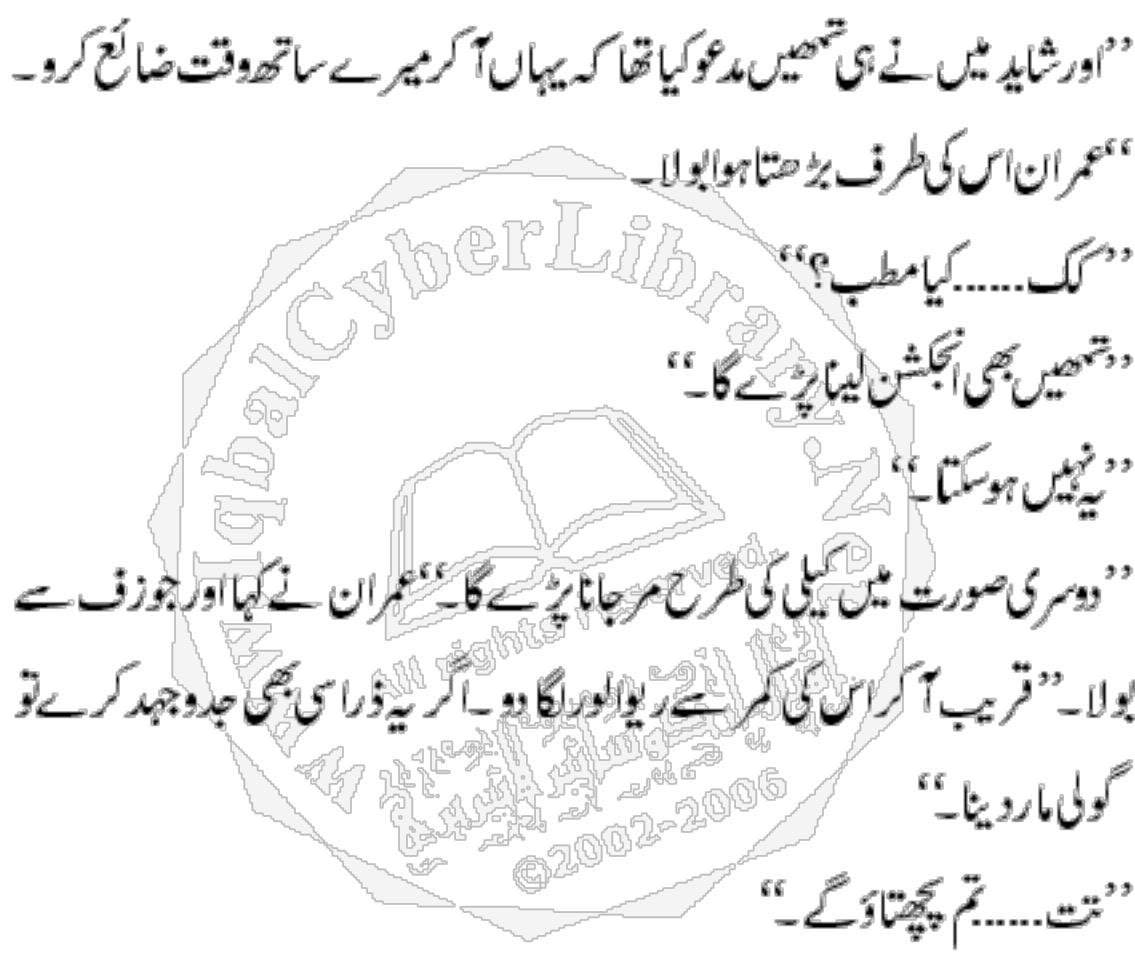
”تمہارا ساتھی شاید تم سے بہتر طور پر گفتگو کر سکے؟“ لہذا اب میں اسے ہوش میں لانا چاہتا ہوں۔“ عمران بائیکیں باتھ میں دلبی ہوئی سرینخ اسے دکھاتا ہوا بولا۔ اور وہ صرف ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گیا۔

عمران نے بیہوش آدمی کے بائیکیں بازو میں انگکشن دیا تھا۔

”آخر تم چاہتے کیا ہو؟“ اینٹونیوک نے مضطربانہ انداز میں پوچھا۔

”حقیقت..... تمہاری حقیقت معلوم کرنا چاہتا ہوں۔“

”تم اپنا اور ہمارا وقت ضائع کر رہے ہو۔“



”اور شاید میں نے ہی تھیں مدعو کیا تھا کہ یہاں آ کر میرے ساتھ وقت ضائع کرو۔“ عمران اس کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔

”مگر..... کیا مطلب؟“

”تھیں بھی انجشن لیما پڑے گا۔“

”یہیں ہو سکتا۔“

”دوسری صورت میں کیا کی طرح مر جانا پڑے گا۔“ عمران نے کہا اور جوزف سے بولا۔ ”قریب آ کر اس کی کمر سے ریا لوں گا وہ اگر یہ ذرا سی بھی جدوجہد کرے تو گولی مار دینا۔“

”تھت..... تم پچھتا و گے۔“

”بہت دنوں سے پچھتا رہا ہوں۔ میرے لیے کوئی نئی بات نہیں ہے۔ چبو، خود ہی اپنا بازو کھول دو۔“

جوزف قریب آ گیا تھا۔ اس کے عقب میں پہنچ کر اس نے کھلی ہی ختم کر دیا یعنی پستول کی نال کمر سے لگانے کی بجائے اس کا دستہ خاصی قوت سے اس کی گردن پر رسید کر دیا۔ بلکی اسی کراہ کے ساتھ وہ منہ کے بل فرش پر چلا آیا تھا۔

”بہت اچھے۔“ عمران سر ہلا کر بولا۔ ”بہت سمجھدار ہو گیا ہے۔ لیکن انجشن تو دینا ہی پڑے گاتا کہ کم از کم دو گھنٹے تک اسے بھی ہوش نہ سکے۔“

”بلی والا تو نہیں ہے، باس؟“

”نہیں، اس کا الزام تھریسا کے سر جا چکا ہے۔ لہذا اب اسے نہیں استعمال کیا جائے گا۔“

”لیکن یہ چکر، میری سمجھ میں نہیں آیا، باس! تم نے تو کہا تھا کہ وہ عورت تھماری دوست ہے۔“

”ہو سکتا ہے کہ خود اسے دھوکے میں رکھا گیا ہو۔“

”کیا واقعی تم نے اسے مارڈا؟“

”سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ وہ بھی انہی کی طرح بے ہوش ہے۔ بہر حال، اب جلدی کرو، ہم یہاں سے کہیں اور چل رہے ہیں۔“

بیس منٹ کے اندر اندر وہ ضروری سامان سمیٹ کر اس آئیشن ویلن میں جا بیٹھے تھے، جو گیراج میں کھڑی تھی۔ روائی سے قبل عمران نے اس کی نمبر پلیٹ بھی تبدیل کی تھیں۔

”تعاقب کا دھیان رکھنا۔“ عمران نے جوزب سے لہا۔ ہو سکتا ہے۔ وہ دونوں تنہا نہ رہے ہوں۔“

گاڑی گیراج سے نکل کر سڑک پر آگئی۔ اور جوزف نے لہا۔ ”تم نے ایک فائر بھی تو کیا تھا۔ باس! اگر ان دونوں کا کوئی اور ساتھی بھی اس پاس موجود ہوتا تو فائر کی آواز سن کر ادھر ضرور آیا ہوتا۔“

”تو ٹھیک کہہ رہا ہے۔“

”ایک بات سمجھ میں نہیں آئی۔ تم نے آخر اس عورت کے ساتھ ایسا برداشت کیوں کیا؟“
”وہ دونوں اسی کے ساتھی تھے۔“

”تعجب ہے۔“

”کس بات پر.....؟“

”اگر وہ اس کے ساتھی ہوتے تو وہ تھیں، ان میں سے کسی پر فائر کرنے کا موقع نہ دیتی۔“

”اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ نہیں جانتی تھی۔“

”کیا نہیں جانتی تھی؟“

”بہی کوہ حقیقتاً نہیں لوگوں سے تعلق رکھتے ہیں، جن سے وہ خود بھی متعلق ہے۔“
”ہاں، یہ ہو سکتا ہے۔“

”ہونیں سکتا۔ بلکہ یہی ہوا ہے۔ کیلی کو سامنے لا کر انہوں نے دہری چال چلی ہے۔ اگر کیلی کے تھے نہ چڑھوں تو دوسری ٹیم کا اعتماد حاصل کر لوں اور ضروری نہیں ہے۔ کہ کیلی دوسری ٹیم سے بھی واقعیت رکھتی ہو۔“

”واقعی، باس! تم بہت چونکے رہتے ہو..... لیکن اب ہم جا کھاں رہے ہیں؟“

”فکرنا کرو۔ اب تو اسی طرح بس رہوں۔“

”ولیکن، باس! کب تک؟“

”ارے ہو تو واقعی حرمت انگیز طور پر آدمی بننا جا رہا ہے۔ پہلے تو تجھے اس کی پرواہ نہیں ہوتی تھی کہ کھاں کھڑا ہے۔“

”باش! خدا کے لیے بار بار یاد نہ کلاو۔“

”اچھا..... اچھا..... تو واقعی مجاہدہ کر رہا ہے۔“

جوزف کچھ نہ بولا۔ اس کے چہرے پغم کے بادل چھا گئے تھے۔



کیلی کو ان دونوں سے پہلے ہوش آیا تھا۔ اٹھ کر کمرے سے نکلی اور سیدھی اسی طرف گئی، جہاں وہ دونوں ابھی تک بے ہوش پڑے تھے۔ پھر وہ پوری عمارت میں چکراتی پھری تھی۔ ذرا ہی سی دیر میں بات سمجھ میں آگئی تھی۔ عمران اسے چھوڑ کر چلا گیا تھا۔ وہ پھر اسی کمرے میں آئی، جہاں وہ دونوں بیہوش تھے۔

کیلی کی آنکھوں میں الجھن کے آثار تھے۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ کیا ہو گیا۔ اس نے تو بڑے خلوص سے عمران کی اسکیم کو عملی جامد پہنانے کی کوشش کی تھی۔ یعنی اس نگ و دود میں تھی کہ اس کے تجویز کو وہ مالک کے نمائندوں کی ایک کافرنس طلب کی جائے۔ اس سلسلے میں اپنے سفارتخانے کے ایک فرمانے دار آفیسر سے بھی گفتگو کی تھی اور اس نے کہا تھا کہ تجویز بہت معقول ہے اور شاید اس پر عمل کرنا بھی ممکن ہو۔ اس نے وعدہ کیا تھا کہ وہ اس تجویز کو آگے بڑھائے گا۔۔۔ لیکن پختہ نہیں، یہ دونوں کون ہیں اور کہاں سے آئے؟ یقیناً اس سے غلطی سرزد ہوئی ہے۔ میک اپ کے بغیر باہر نہیں نکلا چاہئے تھے۔ وہ پرشویش نظروں سے دونوں بیہوش آدمیوں کو دیکھتی رہی۔ پھر اچانک کچھ خیال آیا۔ اور اٹھ کر ان کی جامد تلاشی لینے لگی۔

ان کے شناختی کا رد نکالے ہیں پران کے وہی نام درج تھے، جو انہوں نے عمران کو بتائے تھے۔۔۔ لیکن نہ جانتے کیوں، وہ ان سے مطمئن نہ ہو سکی، کیونکہ خود بھی ایسے بہتیرے کھیل، کھیل چکی تھی۔

شناختی کا رد ان کی جیبوں میں دوبارہ رکھ دیئے اور ایک کے داہنے پیہر کا جوتا اتارتے گئی۔ اس کے ہاتھ میں بلکی سی ارزش پالی جاتی تھی۔ شاید اندیشہ تھا کہ اس کا روایتی کے دوران ہی میں اسے ہوش آجائے گا۔

بہر حال، جوتا اتارتے گئے کے بعد تکے کے استر کے نیچے کچھ ٹوٹنے لگی اور دفعہ اس کی سانسیں تیز ہو گئیں۔ جوتے کے اندر سے ہاتھ نکالا تو دو انگلیوں کے درمیان پوچھیں

کا ایک لفافہ تھا، جس میں دوسرا شناختی کارڈ نظر آیا اور یہی اس شخص کا شناختی کا رڑ تھا۔ کیلی نے جبڑے پھینک کر ایک طویل سانس لی۔ اس شناختی کا روکے مطابق وہ اسی ملک کی ایک خفیہ تنظیم کا رکن تھا۔ جس کے لیے وہ خود قاتم کر رہی تھی۔ اس نے شناختی کا روکا دکو دوبارہ جوتے کے استر کے نیچے رکھ کر اسے جوتا پہنانا دیا۔ اب سوچ رہی تھی کہ اسے کیا کرنا چاہیے۔ آخر کار یہی فیصلہ کیا کہ عمران جو کچھ کر گیا ہے، اس میں تبدیلی نہ لرنی چاہیے۔ لہذا پھر اسی کمرے میں واپس آئی، جہاں کچھ دیر پہلے بے ہوش پڑی تھی۔ باہم بخوبی ڈھونڈنے کا ڈھنڈا ہے۔ ڈھنڈنے کا لیاں بھی یاد تھیں، انہیں ان لوگوں سے منسوب کرتی رہی۔

پھر عمران کا رویہ یاد آیا اور وہ حیرت کے سمندروں میں خوٹے لگانے لگی۔ کتنی جلدی وہ معاملے کی تک پہنچ گیا تھا۔ شاید اپنی اسی صلاحیت کی بنا پر اب تک زندہ ہے۔ وہ بستر پر لیٹ کر سوچنے لگی۔..... کیا عمران نے بھی ان دونوں کی جامہ تلاشی لی ہو گی؟ یقیناً ایسا ہی ہوا ہو گا..... ورنہ وہ اسے اس طرح کیوں چھوڑ جاتا؟ کیا اب واسے یقین دلا سکے گی کہ وہ ان سے لاعلم تھی؟ شاید نہیں۔

پھر اب اسے کیا کرنا چاہیے؟ کیا یہ مناسب ہو گا کہ وہ ان دونوں کے ہوش میں آنے تک وہیں رکی رہے۔ اس کے ساتھ خود اسی کے مجھے نے جس قسم کافروں کیا تھا، اس کا جواب اس کے علاوہ اور کیا ہو سکتا تھا کہ وہ بھی اسے ڈیل کر سکتی۔

وہ اٹھی اور اپنا اٹیچی کیس اٹھا کر ٹیلیفون والی میز کے قریب آ کھڑی ہوئی۔ وہ سوچ رہی تھی کیوں نہ سفارتخانے کے اس آفیسر کو اس واقعے کے اطلاع دے دی جائے جس سے اس کا رابطہ تھا۔ یہی مناسب بھی ہو گا۔ اس نے نمبر ڈائل کیے اور ماڈم ٹھہ پیس میں بولی۔ ”مسٹرفراز پلیز.....!“

فرانز سے جلد ہی رابطہ قائم ہو گیا۔ وہ اسے بتانے لگی کہ کس طرح رومونوف کے دو

آدمیوں نے اس کا تعاقب کیا تھا اور عمران تک جا پہنچے تھے اور عمران نے ان میں سے ایک کو زخمی کر دیا تھا۔“

”اس نے نہ جانے کیوں، میرے ساتھ بھیوہی برتاؤ کیا، جوان کے ساتھ کیا تھا۔“
وہ ماڈھپیں میں منناں۔

”تمہارے ساتھ کیا برتاؤ کیا؟“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

”ذکر ان دونوں کو بے ہوش کیا، بلکہ مجھ پر بھی ڈارٹ گن چلائی اور اپنے سیاہ فام ملازم کو لے کرنے جانے کیاں چل دیا۔“

”یہ تو بہت برا ہوا۔ رہمنوں کے آری کیاں ہیں؟“

”میں پڑے ہوئے ہیں۔ ابھی تک ہوش میں نہیں آئے۔ ذرا ہی دیر پہلے مجھے ہوش آیا ہے اور میں بھی یہاں سے نکل رہا ہوں۔“
”میں، تم وہیں نہ ہو۔“

”سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ میں ان دونوں کے ہوش میں آئے سے پہلے ہی نکل جانا چاہتی ہوں۔“

”اچھا..... تو سیدھی میں آنا۔“

”ظاہر ہے اور کہاں جاؤں گی..... لیکن خدا ہے کہ کہیں باہر بھی کچھ لوگ موجود نہ ہوں۔“

”اس کی فکر نہ کرو۔ نکلی چلی آؤ۔“

وہ دانت پیس کر رہ گئی۔ کتنے کہیں کے۔ مجھے چار کے طور پر استعمال کیا جا رہا تھا۔ یہ حقیقت بھی تھی کہ وہ عمران کے لیے دوستی کے جذبات کے ساتھ یہاں آئی تھی۔ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اپنے ہی آدمیوں کے ہاتھوں دھوکے کھائے گی۔ اس نے تو یہی بہتر ہوگا کہ وہ سچ مج زیر و لینڈ کی ایجنت بن جائے۔ ڈبل ایجنت کا روں ادا کرے۔

”اچھی بات ہے۔“ کہہ کر اس نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ وہ یہاں سے نکل جانے میں پل بھر کی دیر بھی نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اپنی کیس اٹھا کر باہر نکلی چلی آئی۔ اسے یقین تھا کہ گیراج خالی ہو گا۔ عمر ان نے گاڑی و بیان نہ چھوڑی ہو گی۔

عجیب اتفاق تھا کہ باہر نکلتے ہی ایک لیکسی بھی مل گئی۔ پہلے تو وہ اس کی جانب بڑھتی ہوئی اپنکچائی تھی۔ لیکن یہ دیکھ کر کہ لیکسی ڈرائیور یا کم مر گلا سما مقامی آدمی ہے، تیزی سے قدم بڑھائے۔

ڈرائیور نے اپنی سیٹ سے اٹھے بغیر باتھ بڑھا کر پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول دیا۔ وہ اپنی کیس سمیت لیکسی میں داخل ہوتی ہوئی بولی۔ ”ہو ہل تحری اشارز!“

لیکسی اشارٹ ہو کر چل پڑی اور کیلی صوچتی رہی کہ اس کے سفارتخانے نہ پہنچنے پر کیا رو عمل ہو گا؟ وہ لوگ کیا سوچیں گے؟..... اس کے علاوہ اور کیا سوچیں گے کہ وہ یا تو رہمنوف کے ہتھے چڑھنی یا زیر ولینڈ کے ایجنٹوں نے اس پر قابو پالیا ہو گا۔

وہ صوچتی رہی۔ وقت گزرتا رہا۔ یہاں کے راستوں سے ناواقف تھی۔ ہو ہل تحری اشارز کا نام سناتھا۔ نہ پہلے کبھی وہاں گئی تھی اور نہ راستے ہی سے واقف تھی۔

تحوڑی دیر بعد لیکسی ایک عمارت کی کمپاؤندھ میں داخل ہوئی اور سیدھی پورچ کی طرف بڑھتی چل گئی۔ انہن بند کر کے ڈرائیور اتر اور پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولنے لگا۔ عجیب الخلقت آدمی تھا۔ بے حد و بلا پتا اور بہت لمبا آدمی تھا لیکن چہرے کی بناؤٹ چینیوں کی سی تھی۔

اس نے بڑے ادب سے اس کا اپنی کیس اٹھایا اور اسے گاڑی سے اترنے میں مدد دی۔ کیلی نے دس دس کے تین نوٹ پر سے نکال کر اس کی طرف بڑھائے۔

”اس کی ضرورت نہیں، ماڈام!“ اس نے بڑی شستہ انگریزی میں کہا۔

”کیا مطلب؟“

”آپ اس ملک میں مہمان ہیں۔ اس لیے میں نے اسے بھی ملکی روایات کے

خلاف سمجھتا کہ آپ کو کسی ہوٹل میں لے جاؤں۔“

”اوہ... تو یہ تھری اسٹار نہیں ہے؟“

”نہیں، مادام!“

”تھیں اس کی جرأت کیسے ہوئی؟“ وہ ایک دم بھڑک اٹھی لیکن دوسرا ہی لمحے میں برآمدے سے گوا رہا۔ ”شورچانے کی ضرورت نہیں ہے۔ چپ چاپ اندر چلی آؤ۔“

برآمدے میں کھڑے ہوئے آدمی کے ساتھ میں سائیلر لگا ہوا بڑا سما پستول نظر آیا اور اس کی روح فنا ہو گئی۔ لیکن وہ آدمی بھی سفید فام نہیں تھا۔ چینی ہی معلوم ہوتا تھا۔ یہ کس مصیبیت میں پڑ گئی؟ اس نے سوچا اور چپ چاپ برآمدے کے طرف بڑھ گئی۔ مسلح آدمی اسے لیے ہوئے ایک نہایت شامدار ڈرائیورگ روم میں آیا۔ جو بے حد قیمتی فرنچیز اور اعلیٰ درجے کی آرائش مصنوعات سے مزین تھا۔ کیلی کمرے میں پہنچ کر مسلم آدمی کی طرف مڑی۔

”تم کون ہو اور میرے ساتھ ایسا برتاؤ کیوں ہوا ہے؟“ کیلی نے سخت لمحے میں پوچھا۔ ”کیا یہاں سیاحوں کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ کیا جاتا ہے؟“

”تشریف رکھیے، محترمہ!“ اس نے پستول کو جنبش دے کر کہا۔ ”آپ کو یہاں کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔“

”تم آخری ہو کون؟“

”مسٹر سنگ ہی کا ایک اولیٰ خادم۔“

”سنگ ہی۔“ وہ اچھل پڑی۔

”ہاں، مس ترمہ امیرے باس ساری دنیا میں بے حد جانی پہچانی شخصیت ہیں۔“

”دل..... لیکن..... مجھ سے کیا سروکار؟“

”وہی آپ کو بتا سکیں گے۔ میں تو لعلم ہوں۔“

”سوال تو یہ ہے.....“

”پلیز، محترمہ..... ہر قسم کی گفتگو انہی سے کبھی گا۔ ہو سکتا ہے آپ کے رہتے سے ناقصیت کی بنابر پر مجھ سے کوئی کستاخی سرزد ہو جائے۔“

”تم عجیب قسم کی باتیں کرو رہے ہو۔ مسٹر سنگ ہی ہیں کہاں؟“
”جلد ہی ان سے ملاقات ہو گی۔“

کیلی کی حالت خراب ہو رہی تھی۔ اس نے ساتھا کہ سنگ ہی بھی زیر و لینڈ کی حریک سے منسلک ہو گیا ہے۔ یہ لف کویا وہ آخر کار زیر و لینڈ کے ایجنٹوں کے لئے چڑھا گئیں۔ سنگ ہی کی خونناک کہانیاں بھی اس نے سن رکھی تھیں۔ اس لیے اس کے ہاتھ پر ڈھیلے پڑ گئے۔ اس سے تو یہی بہتر تھا کہ فراز ہی کے مشورے پر عمل کرتی۔
اس نے اسے وہیں رکے رہنے کو کہا تھا۔

تحوڑی دیر بعد وہی ٹیکسی ڈرائیور کمرے میں داخل ہوتا دکھائی دیا، جو اسے یہاں تک لاایا تھا۔ لیکن اب اس کے جسم پر ڈرائیور کی خاکی وردی نہیں تھی۔ نہایت اعلیٰ درجے کے سوت میں ملبوس تھا اور گہری سرخ رنگ کی ٹالی سینے پر پڑی ہوئی تھی۔

”مجھے امید ہے کہ تمھیں بہت زیادہ غصہ آیا ہو گا۔“ وہ مسکرا کر بولا۔

”لیکن آخر کیوں؟“

”ابھی تک میں ایک خاموش تماشائی کی طرح سب کچھ دیکھتا رہا ہوں۔ کسی بھی معا靡ے میں دخل اندازی نہیں کی لیکن اس مرحلے پر میرا خون کھول ہی گیا۔“

”کس مرحلے پر؟“

”ویدہ و دانستہ یہ سوال کر رہی ہو۔ کیا تم نے خود اپنے ہی آدمیوں سے دھوکہ نہیں کھایا ہے؟“

وہ سنائے میں آگئی۔ یہ لوگ اس حد تک آگاہی رکھتے ہیں۔ دوسروں کے معاملات سے۔

”لیکن تمھیں اس سے کیا؟“ کیلی نے دل کڑا کر کے کہا۔

”بلس، ایسے معاملات میں مجھے خدا تعالیٰ فوجداری سمجھلو۔“

یہ عنایت بے وجہ تو نہیں ہو سکتی؟“

”تم بہت خوبصورت ہو، کیلی گراہم!“

”اور کوئی وجہ نہیں ہے؟“

”اوکیا وجہ ہو سکتی ہے؟“

”کیا زیرولینڈ کے ایجنٹوں کو عمران کی تلاش نہیں ہے؟“

”یقیناً ہے۔“

”تو پھر تم یہ کیسے کہہ سکتے ہو کہ شخص میرے حسن سے متاثر ہو کر تم نے مجھ پے یہ کرم کیا ہے۔“

”میں جانتا ہوں کہ اب تمھیں بھی عمران کے ٹھکانے کا علم نہیں ہے۔“

”پڑے وثوق سے کہہ رہے ہو۔“

”اس لیے کہ یہی حقیقت ہے۔“

کیلی خاموش ہو کر غور سے اس کی شکل دیکھنے لگی۔ عجیب سا چہرہ تھا۔ پچکے ہوئے گالوں کی ابھری ہوئی ہڈیاں اور دھنسی ہوئی چھوٹی چھوٹی آنکھیں، لیکن نہ جانے کیوں اسے دیکھ کر کسی سالخورہ سانپ کا تصور ذہن میں ابھرتا تھا۔ ویسے شہرت کے اعتبار سے شخصیت بالکل صفر معلوم ہوتی تھی۔ یقین ہی نہیں آتا تھا کہ یہ وہی سنگ ہی ہے، جس کے لاغد ادھیر العقول کارنا مے اس کے حافظے میں محفوظ تھے۔

سنگ ہی تھوڑی دیر بعد بولا۔ ”پہلے تو اپنی یہ غلط نہیں رفع کرو کیمیرا کوئی تعلق زیرولینڈ سے بھی ہے۔“



”یہ ایک مصدقہ حقیقت ہے۔“

”تھی، کہو۔ اب نہیں ہے جا بتا تو تحریریسا، میری جان کی وثائقے اور میں اس کے خون کا پیاسا ہوں۔“

”تو پھر تمہارا ان معاملات میں پڑنا کیا معنی رکھتا ہے؟“

”باؤں دے سو ف کا نیکیو، میرے کام بھی جسمانی ہے۔“

”تو یہ کہنا چاہئے کہ عمران کے پیچھے چار پاریاں ہیں۔“

”مجھے الگ ہی رکھو۔ میں عمران کے پیچھے نہیں ہوں۔ لیکن اسے بھی برداشت نہیں کروں گا کہ نیکیو، اس سے کوئی اور تھیا لے۔ خیر ختم کرو۔ یہ باتیں تو پھر ہوں گی..... تم کیا پیوں گی؟“

”یہاں تو پینے کو ترس گئی ہوں۔ شراب بندی ہو گئی ہے نا۔۔۔ طلب ہو تو سفارت خانے جاؤ۔“

”سنگ ہی کے پاس کس چیز کی کمی ہو سکتی ہے۔ میرے ساتھ آؤ۔“

وہ اسے دوسرے کمرے میں لایا، جہاں بار تھی اور کاؤنٹر کے پیچھے ریکوں پر لالعداد بولتیں رکھی ہوئی تھیں۔ کیلی نے منہ چلا کر ہونٹوں پر زبان پھیری اور آہستہ سے بولی۔ ”مارٹینی پلیز!“

”ابھی لو۔“ کہہ کر سنگ ہی نے ایک گلاس تیار کیا اور اسے پیش کرتا ہوا۔ ”میں دوستوں کا دوست ہوں۔“

”مشکریہ۔“ مسکرائی اور رو گھونٹ لینے کے بعد بولی۔ ”تم نہیں پیو گے کیا؟“

”میں بوتل سے پیتا ہوں۔“ سنگ ہی نے ریک سے ایک بوتل اٹھاتے ہوئے کہا۔

”نمیٹ پیتے ہو۔“

”بالکل نیٹ۔ پانی ملی ہوئی بھی کوئی پینے کی چیز ہے۔“

”ہاں، میں نے سنا تھا کہ تم بلا نوش بھی ہو۔“

”بہر حال، میں دوست کا دوست ہوں۔ تم نے اور بھی کچھ سنا ہو گا، میرے بارے میں۔“

کیلی کے گال سرخ ہو گئے..... اور وہ اس سے نظریں چرانے لگی۔ سنگھی کے ہونٹوں پر شیطنت بھری مسکرا ہے تھی۔

”کیا عمران کو علم ہے کہ تم بھی اس کی تاک میں ہو؟“

”اس کے فرشتوں کو بھی علم نہیں ہے۔ وہ تو مجھے مرد سمجھتا ہے۔ ہماری آخری ملاقات تنزانیہ کے جنگلوں میں ہوئی تھی۔“

”اور تم جانتے ہو کہ عمران اس وقت کہاں ہو گا؟“

”ہاں، میں جانتا ہوں کہ جوزف سمیت وہ اس وقت کہاں ہے؟“

”وہ میرے بارے میں غلط فہمی میں بتلا ہو گیا ہے۔“

”بے فکر ہو۔ میں اس کی غلط فہمی رفع کر دوں گا۔ لیکن کیا تم پھر اپنے آدمیوں میں واپس جاؤ گی؟“

”نہیں اخال، تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔“

”واقعی تمہارے ساتھ بڑی د غالباً زی ہوئی ہے۔ ویسے کیا تم عمران کو چاہتی ہو؟“

”وہ بہت اچھا دوست ہے۔ بے حد مخلص۔“

”میں نے پوچھا تھا، کیا تم اسے چاہتی ہو؟“

”شاید..... میں اسے چاہتی بھی ہوں؟“

”تب تو تم میری بھتی بھی ہو سیں۔“

”کیا مطلب.....؟“

”وہ مجھے پچا کہتا ہے۔“

”بڑی عجیب بات ہے۔“

”واقعی بڑی عجیب بات ہے کہ ہم دونوں ایک دوسرے جانبی دشمن بھی ہیں اور بعض حالات میں ایک دوسرے کو چھوٹ بھی دیتے ہیں۔“

”صحران نے کبھی اس کا ذکر نہیں کیا؟“
”غیر ضروری باتیں نہیں کرتا۔“

”یہ غلط ہے۔ اس سے زیادہ غیر ضروری باتیں کرنے والا اور کوئی دوسرے امیری نظر سے نہیں گزرا۔“

”وہ اور بات ہے۔“ سنکھی نے کہا وہ آدمی سے زیادہ یوتل صاف کر چکا تھا۔

”سوال تو یہ ہے کہ تم مجھے بیباں کیوں لائے ہوئے؟“
”تم اپنے آدمیوں سے ہرگز نہ فتح سکتیں..... اور سنو! اسے بھول جاؤ کہ اس سلسلے میں کوئی بین الاقوامی کافرنس ہوگی۔ اس کے لیے تھاری ٹگ و دو بالکل فضول ہے۔“



”خدا کی پناہ! تم یہ بھی جانتے ہو؟“
”میں نے تمہاری اور عمران کی مشاورت سنی تھی۔“

”گب اور کہاں؟“

”یہ غیر ضروری سوال ہے۔ میں اگر غلط کہہ رہا ہوں تو تردید کرو۔“
”نہیں، میں اس کی تردید نہیں کر سکتی۔“

”بین الاقوامی کانفرنس کا انعقاد ممکن ہے۔ کیونکہ بڑی طاقتون کی نیتوں میں فتوح ہے۔“

”میں نہیں سمجھی۔“

”ہر بڑی طاقت زیر ولینڈ کے سامنے انوں کو اپنی تحول میں دیکھا چاہتی ہے تاکہ وہ ان کی صلاحیتوں سے فائدہ اٹھاسکے۔ لہذا وہ زیر ولینڈ والوں کے ”مرنج“ پر تنہا حملہ آور ہونا چاہتی ہے۔“

”اوہ.....اب میں سمجھی۔“

”حالانکہ یہ بالکل سامنے کی بات تھی۔“

”میں سمجھی تھی کہ وہ اسے مشتری کے مقابلہ کا معاملہ سمجھ کر آپس میں تعاون کریں گے۔“
”دنیا کے مت جانے کا غم کسی کو بھی نہیں ہے۔ ہر طاقت صرف اپنا وجود برقرار رکھنا چاہتی ہے۔“

”قرین قیاس ہے۔“

”قرین قیاس نہیں، بلکہ یہ ایک اُلّی حقیقت ہے۔“ سنگ ہی بوتل میں پچی کچھی شراب بھی حلق میں اندر میل کر بولا۔

”چلو، سب کچھ تسلیم کیے لیتی ہوں لیکن پھر کیا ہوگا؟ عمران ساری زندگی اسی طرح چھپتا پھرے گا۔“

”ہرگز نہیں۔ میں اپنی تجویز اس کے سامنے رکھوں گا۔ ظاہر ہے، اس کی حکومت کو اس معاملے سے کوئی دچکپی نہیں ہو سکتی..... اور وہ بڑی طاقتوں سے بھی تعاون کرنے پر تیار نہیں ہے۔ لیکن نچلا بیہننا اس کی عرشت کے خلاف ہے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ دوبارہ ان کے مرٹخ تک پہنچنا چاہتا ہے۔“

لیکن بڑی طاقتوں کی مدد کے بغیر یہ ناممکن ہو گا۔“
”تم مجھے کیا سمجھتی ہو؟“ سنگ ہی بینے پر با تھمار کر بولا۔ ”کیا میں خود بھی ایک بڑی طاقت نہیں ہوں۔“ کیلئے اُنہوں نے پہلے خالی بوتل پر نظر والی پھر اس کی شکل دیکھ کر نہیں پڑی۔

”کیا تم مجھے نئے میں سمجھ رہی ہو؟“ سنگ ہی کاڈنر کے پیچھے جاتا ہوا بولا۔ وہ اب دوسری بوتل اٹھا رہا تھا۔

وہ اسے حیرت سے دیکھے جا رہی تھی..... اس نے کاگ نکال کر بوتل ہونٹوں سے لگائی ہی تھی کہ دو مقامی عورتیں کمرے میں گھس آئیں اور ان میں سے ایک نے دوسری سے کہا۔ ”یہ دیکھو، ہرامی کو، اب تیسری لے آیا ہے۔“

کیلی چونک کرمزی لیکن جو کچھ کہا گیا تھا، اس کے پلے نہ پڑا اور سنگ ہی نے اردو میں ان سے کہا۔ ”یہ میری بھتیجی ہے۔“

”شکل دیکھو، ہرامزادے کی..... یہ بھتیجی ہے۔“

”میرے بھائی نے ایک میم سے شادی کی تھی۔“

”تم جیسے ماں کے خصم کا کیا اعتبار.....“

سنگ ہی نہیں کر ان کی گالیاں منتار ہا۔ پھر بولا۔ ”کیا تم دونوں نہیں پیو گی؟“ انہوں نے لچائی ہوئی نظروں سے بار کی طرف دیکھا اور سنگ ہی نے لپک کر ایک ایک بوتل دونوں کو ٹھہما دی۔

”لیکن یہاں نہیں۔“ وہ ہاتھاٹھا کر بولا۔ ”اپنے کمروں میں جاؤ۔“

”کیوں نہیں.....؟“ ایک چہکاری۔ ”یہاں تو تم بحثیج رہے ہو۔“

دونوں کمرے سے نکل گئیں اور کیلی، سنگ ہی کو سوالیہ نظر وہیں سے دیکھنے لگی۔

”میری دیکھ بھال کرنے والیاں تھیں۔“ سنگ نے اپر واہی سے کہا۔ ”ہاں ہو میں کہہ دیتا تھا کہ میں بھی ایک بڑی طاقت ہوں۔ اپنے طور پر ایسی مہم ترتیب دے سکتا ہوں جو زیر ولینڈ والوں کے مرخ تک پہنچ سکے۔“

”میں سمجھ گئی تم کیا کہنا چاہتے ہو۔“

”اور یہی میں عمران کو بھی سمجھانا چاہتا ہوں۔ کاش! اس کی سمجھ میں آ جائے۔“

”ولیکن تمہارا اس میں کیا مفاد ہو گا؟“

”میں زیر ولینڈ کے سارے یہتوں کو گھنڈ رہنا دینا چاہتا ہوں۔“

”آخر کیوں.....؟“

”مقصد صرف تحریکیا پر قابو پانا ہے۔“

”صرف تحریکیا پر.....؟“ کیلی نے متھیر انہیں لجھے میں سوال کیا۔

”ہاں، اپنی اناکی تسلیکیں کے لیے۔ آج تک دنیا کی کوئی عورت، مجھ سے اکڑ کر اپنی اکڑ ان قائم نہیں رکھ سکی۔ ہر حال میں اسے حاصل کرتا ہوں اور پھر گڑ میں پھینک دیتا ہوں۔“

”مجھ پر رحم کرنا، پچا!“

”اُرے، تم تو بحثیجی ہو۔“ وہ متفقانہ انداز میں اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر بولا۔



کسی گاڑی کے رکنے کی آواز سن کر عمران چونکہ پڑا۔ جزو فکھڑکی کے قریب ہی بیٹھا ہوا تھا۔

”ڈر ادیکھ تو..... یہاں کون ہو سکتا ہے؟“ عمران نے اس سے کہا۔ اور وہ کھڑکی میں جا کھڑا ہوا۔ پھر پیٹ کروائت زوال دیکھ۔

”کون ہے؟“
”کون بر قعہ پوش خاتون ہیں اور ایک مرضیعین۔ ادھر ہی آ رہے ہیں، باس! جیسی سے اترے ہیں۔“

”یہاں آ رہے ہیں؟“ عمران اچھل پڑا۔

”ہاں..... باس! اوہ..... اب شاید دروازے پر دستک دے رہے ہیں۔“

عمران نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور خود دروازے کے قریب پہنچ کر نہایت سریلی نسوانی آواز میں پوچھا۔ ”کون ہے؟“

باہر سے مردانہ آوازا آئی۔ ”اے، جیٹی! اتنا اتراتی کیوں ہو؟ پچاپ کے علاوہ اور کوئی ہو گا؟“

عمران نے الوؤں کی طرح دیدے نچائے اور نسوانی ہی آواز میں کہا۔ ”ایک بار پھر بولو۔“

”اے بھول... کیا بکواس لگا رکھی ہے۔“

”کانوں پر یقین نہیں آتا۔“ عمران اس بار اصل آواز میں بولا۔

”تم بھی میری طرح مردہ ہی ہو۔ اسے کیوں بھول جاتے ہو۔“

”نہ قعہ میں کون ہے؟“

”خود ہی دیکھ لینا۔“

عمران نے بائیں جانب بہت کر دروازہ کھولا اور ساتھ ہی بغلی ہو لشہر سے روپالور بھی

نکال لیا۔ عورت نے اندر قدم رکھتے ہی نقاب المٹ دی تھی۔

”تم.....“ عمران نے حیرات سے کہا۔

”اس کا کوئی قصور نہیں ہے، بھتیجے اسے میں یہاں لاایا ہوں۔“ سنگ ہی نے اندر داخل ہو کر روازے بند کرتے ہوئے کہا۔

”تمہارا ان سے کیا تعلق؟“

”تمہاری ہی وجہ سے تعلق بھی ہو گیا ہے۔“

”کیا مطلب؟“

”مطلب اسی سے پوچھو۔“

”سنو، عمران.....!“ فمعظہ کیلی نے غصیلے لہجے میں کہا۔ ”میرے فرشتوں کو بھی علم نہیں تھا کہ وہ دونوں کون ہیں۔“

”پھر کس طرح علم ہوا؟“

”میں، ان دونوں سے پہلے ہوش میں آئی تھی۔ ظاہر ہے کہ ان کے بارے میں میں نے مزید جانتا چاہا ہو گا۔ لہذا جامہ تلاشی لی اور وہرے شناختی کارڈ برآمد کیے۔ اصلی شناختی کارڈوں کے مطابق وہ میرے ہی مجھے کی ایک شاخ کے ارکان ثابت ہوئے اور پھر میں اس عمارت سے نکل کھڑی ہوئی۔“

کیلی خاموش ہو کر سنگ ہی کی طرف دیکھنے لگی اور سنگ ہی نے عمران سے کہا۔

”کیا تم ہمیں بیٹھنے کو بھی نہ کہو گے، بھتیجے؟“

”بیٹھ جاؤ۔“ عمران نے لاپرواہی سے کہا۔

”بہت اکھڑے اکھڑے نظر آرہے ہو؟“ سنگ اسے گھورتا ہوا بولا۔

اس وقت سنگ کا حلیہ یہ تھا کہ اس نے گھنٹوں تک کی شیر و اپنی پہن رکھی تھی اور بائنس ایسی ناگلوں میں چوڑی دار پا جامہ تھا..... اور چہرے پر بھورے رنگ کی معنوی ڈاڑھی تھی۔ آنکھوں میں شاید سرمے کی سلامیاں بھی پھیری گئی تھیں۔

جوزف دور بیٹھا انہیں حیرت سے دیکھے جا رہا تھا..... سنگ نے اسے آنکھ ماری اور وہ اس طرح اچھل پڑا جیسے پتھر کھینچ مارا ہو۔

”صورت سے معلوم ہوتا ہے، ترس رہے ہو۔“ سنگ نے نہیں کر لہا۔

”باس! اگر یہ تمہارے عزیز ہیں تو ان سے کہو کہ مجھ سے بات نہ کریں۔“ جوزف بھنا کر بولा۔

عمران ہاتھ ہلا کر انے خاموش رہنے کا شارة کیا۔ اور سنگ ہی سے بولا۔ ”آپ کی تشریف آوری کا مقصد ہے؟“

”بھی تک خاموشی سے سب کچھ دیکھ رہا تھا لیکن اب قل اندازی کرنی ہی پڑی۔“
”تمہارا کیا انتہا ہے؟“

”ایڈ و پچر..... اور یہ تو تم نے دیکھے ہی لیا ہے کہ تمہاری تجویز قابل قبول نہیں تھی..... ورنہ کیا گراہم کے ساتھ فراڈ کیوں کیا جاتا۔“

”اچھا ہو پھر...؟“

”میں تمھیں مددو یعنی کو تیار ہوں اور میرے وسائل سے بھی تم بخوبی واقف ہو۔“
”کس ملک کے لیے کام کر رہے ہو؟“

”سب پر لعنت بھیج چکا ہوں۔ اب میں خود ہی ایک بہت بڑا ملک ہوں۔“

”یعنی تم اپنے وسائل سے میری مدد کرو گے؟“

”یقیناً..... تم مجھے کیا سمجھتے ہو؟“

”اردو میں ایک لفظ ہے جسے میں کسی خاتون کے سامنے دہرانا پسند نہیں کروں گا، خواہ وہ اردو سے نا بلد ہی کیوں نہ ہو۔“

”حرامی پن ترک کر کے سنجیدگی سے میری پیشکش پر غور کرو۔“

”تم محض ایڈ و پچر کی خاطر اس حد تک نہیں جاسکتے۔“

”کیا ضروری ہے کہ سارے معاملات فوری طور پر زیر بحث لائے جائیں۔“

”میں کیلی گراہم سے تھاںی میں گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔“ عمران نے کہا۔

”ضرور..... ضرور.....“ سنگ مسکرا کر بولा۔

عمران کیلی کو اپنے ساتھ آئے کا اشارہ کر کے دوسرے کی طرف بڑھ گیا۔ کیلی کی آنکھوں میں الجھن کے آثار تھے۔

”تم اسے کب سے جانتی ہو؟“ عمران نے خشک لبجے میں پوچھا۔

”جانتی تو بہت دنوں سے ہوں۔ لیکن ملنے کا اتفاق پہلی بار ہوا ہے۔“

”کس طرح؟“

کیلی نے پوری رو و دلہراؤ کی اور عمران پر تشویشی انداز میں مستعار ہا۔

”یقین کرو۔ اب میں ان لوگوں میں واپس نہیں جانا چاہتی۔“ وہ بالآخر بولی اور عمران نے طویل سانس لے کر کہا۔ ”مناسب یہی تھا کہ تم سفارتخانے واپس جاتیں اور اپنے طور پر ہوشیار رہتیں۔“

”لیکن میں نے تو ایک لیکسی میں سفر کیا تھا۔ دیدہ و دانستہ اس سے نہیں ملتی تھی۔ تصور بھی نہیں کر سکتی تھی کہ ایسے حالات سے گزرؤں گی۔“

”بہر حال، یہی میرے لیے چوتھا در در ہے۔ خیر دیکھوں گا۔“

”وہ تو تمہارے لیے بڑی اپنا نیت ظاہر کر رہا تھا۔“

”نَا قابلِ اعتماد ہے اور وہ بھی حقیقتاً مجھ پر اعتماد نہیں کرتا۔“

”تو پھر اب کیا کروں گے؟“

”سوچنا پڑے گا۔“

”اور میں کیا کروں.....؟“

”نی الحال، اتنا ہی کہوں گا کہ اس پر ہرگز اعتماد مت کر لیما۔“

”وہ کہہ رہا تھا کہ ذری و لینڈ والوں کے اس مرخ کی تباہی کا خواہاں وہ بھی ہے۔“

”ہو سکتا ہے لیکن محض اس کی تباہی کے لیے اپنے وسائل ضائع کرنا سنگ کی سر شد

کے خلاف ہوگا۔ ”میں اسے اچھی طرح جانتا ہوں۔“

”اچھاتو پھر میں تھاری مرضی کے خلاف کچھ بھی نہیں کروں گی۔“

”اور فی الحال، میں بھی اس سے متفق ہوا جاتا ہوں لیکن تم اسے سچ نہ کچھ لینا۔“

”ٹھیک ہے میں پوری طرح ہوشیار ہوں گی۔“

وہ پھر اسی کمرے میں واپس آئے، جہاں سنگ اسی ان کا منتظر تھا۔

”اب تم کسی قدر بیش نظر ادا رہے ہو؟“ سنگ عمران کو بغور دیکھتا ہوا بولा۔

”کیا مجھے بیش نہ ہونا چاہیے؟“

”اگر تم مجھے سے متفق ہو گے ہو تو صحیح بیش ہونا ہی چاہیے۔“

”حالات ایسے ہیں کہ مجھے متفق ہونا پڑے گا۔ عمران مسکرا کر بول۔

”تمہارے ساتھ کتنے آدمی ہوں گے؟“

”پھر تم نے ایک دم سے جست لگائی؟ ابھی ہم اس مسئلے پر مزید غور کریں گے۔“

”تم بہت دنوں سے غور کر رہے ہو۔ اور کئی پارٹیاں امیزان کے جنگلوں میں داخل ہو گئی ہیں۔“

”کیا مطلب.....؟“

”میں ہر وقت باخبر رہتا ہوں، بھتیجے، دونوں طاقتوں اسی نتیجے پر پہنچی ہیں کہ وہ مردخ امیزان ہی کے جنگلوں میں کہیں واقع ہے۔“

”آخر کس بنا پر یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے؟“

”یہ میں نہیں جانتا لیکن کم از کم.....“ وہ جملہ پورا کیے بغیر خاموش ہو کر عمران کو گھورنے لگا۔

”کوئی نیا خیال؟“ (عمران)

”میں یہ سوچ رہا ہوں کہ اگر وہ خود ہی اس نتیجے پر پہنچ گئے ہیں تو پھر تمہارا پیچھا کیوں کر رہے ہیں؟“

”ہے کوئی جواب، تمہارے پاس؟“

”نی الحال تو نہیں ہے لیکن کیا واقعی تم نے کوئی دوسرا نظریہ قائم کیا ہے؟“

”وہ مجھ سے باطل دے سو ف کا بلکہ وہ حاصل گرنا چاہتے ہیں، جو میرے پاس نہیں ہے۔“

”نہ ہوگا لیکن تمہارے پاس کوئی تجویز ضرور ہے... ورنہ تم کئی ملکوں کی کافرنیس کے خواہاں کیوں ہوتے؟“

”کیا تم مجھ سے بحث کرنے آئے ہو؟“ عمران نے پوچھا۔

”ہرگز نہیں، سمجھیجے۔“ وہ بڑے پیارے چھکا کر بولا۔ بہت دلوں سے تمہیں فریب سے نہیں دیکھا تھا اس لیے چلا آیا۔“

”تم تو چھپوں کے زرنے سے لکھا ہی نہ کرو۔“

”بکھری کبھی نگ آ جاتا ہوں، ہرامزادیوں سے۔“

”آج کل کتنی ہرامزادیاں ہیں؟“

”میں تم سے اس مسئلے پر گفتگو کرنے نہیں آیا۔“

”جس مسئلے پر گفتگو کرنے آئے ہو۔ وہی چھپیڑو۔“

”تم یہاں سے نکل ہی کیوں نہیں چلتے؟ خواہ مخواہ اپنی حکومت کے لیے درود ر بنے ہوئے ہو۔“

”میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔“

”سوشیلینڈ چلو۔ تمہیں اپنا نیا محل دکھاؤ۔“

”وہاں کتنی ہرامزادیاں رکھ چھوڑی ہیں؟“

”صنجیدگی اختیار کر، بے!“ وہ اردو میں دہاڑا۔ ”تیرے بھٹے کو کہہ رہا ہوں۔“

”میں سن رہا ہوں لیکن سوشیلینڈ جا کر کروں گا؟“

”وہاں پہنچ کر اطمینان سے سوچیں گے کہ کیا کرنا چاہیے؟“

”پہلے مجھے ٹھیک بیٹھ کر سوچنا چاہئے کہ تھاری تجویز منظور کروں یا نہ کروں؟“

”نصرف ایک گھنٹہ دے سکتا ہوں، ہوچنے کے لیے۔“

”اور اگر میں ایک گھنٹے میں نہ سوچ سکتا تو۔“

”کسی پارٹی سے تھارا ہو واکرلوں گا۔“

”تم ایسا نہیں کر سکتے۔“ کیلی جھلا کر بولی۔ ساتھ ہی اس کا اعشانیہ روپا نج کا پستول بھی نکل آیا۔

”اڑے نہیں۔“ عمران نہیں کر بولتا۔ اس کی ضرورت نہیں۔ چچا، بیٹھے کے درمیان بھی تیرے کو نہیں آنا چاہئے۔

”میں واقعی تھارا سو دا کرلوں گا۔ اگر تم نے میری تجویز پر عمل نہیں کیا۔“ سنگ، کیلی پستول کو نظر انداز کر کے عمران سے بولا۔

”اب یہاں سے نکل سکتا تو ضرور سو دا کرلو گے۔“

سنگ قہقہہ لگا کر بولा۔ ”تم مر چکے ہو۔ اس لیے میرے خلاف کوئی کارروائی نہیں کر سکو گے۔“

”اگر تم چیلنج کر رہے ہو تو یہ بھی دیکھ لو۔“ عمران جارحانہ انداز میں کہہ کر دونوں ہاتھوں سے گلا گھونٹنے لگا۔

کیلی متھیرہ گئی۔ وہ تو سمجھی تھی کہ عمران اس طرز تھا طب کے ساتھ ہی سنگ پر حملہ کر اٹھے گا۔ لیکن یہ کیا کرنے لگا۔ سنگ جہاں تھا وہیں کھڑا مضمون کا نہ انداز میں عمران کو دیکھتا رہا۔ جن جوزف اٹھ کھڑا ہوا تھا اور اس کی آنکھیں شکار کے لیے تیار کسی چیتے کی آنکھوں کی طرح چمکنے لگی تھیں۔

دفعہ عمران کے حلق سے الیسی ہی آوازیں نکلنے لگیں جیسے دم گھٹ رہا ہو۔ کیلی بوکھلا کر ان کی طرف بڑھی۔ پستول اس نے پھر بلا ذکر گریبان میں رکھا تھا۔

”اڑے، تم کیا کر رہی ہو؟ پیچھے ہٹ جاؤ۔“ سنگ جلدی سے بولا۔ ”یا اب اڑنے

لگا۔“

”فضول باتیں مت کرو۔“ کیلی غرائی۔ ”چاروں طرف سے گمراہوا ہے۔ کب تک دماغ پر اثر نہ ہوتا۔“

”اس کے دماغ پر اثر ہو گا۔“ سنگ نہس پڑا۔

عمران ڈھھتا چلا آگیا۔ جوزف اسے منجاتے کے لیے جھپٹنا تھا۔

”الگ ہٹ جا۔“ عمران دو توں ہاتھ بہا کر غرایا۔ اب وہ بڑی طرح کھانس رہا تھا اور اسی طرح کھانتے کھانتے ایسا لگا جیسے اس نے کوئی چیز اکل دی ہو۔ اور اس اگلی ہوئی شے کو چکلی میں دبائے ہوئے سیدھا ہٹرا ہو گیا۔



”یہ دیکھو،“ اس نے سنگ سے کہا۔
یہ تین انچ لمبی ایک جمکید اڑائیں کی تلکی تھی۔ کیلی متحیر انداز میں پلکیں جھپکانے لگی

اور سنگ نے کھنکھار کر پوچھا۔ ”یہ کیا ہے؟“

”پلان۔ اس میں باول دے سو ف کانیگیو موجود ہے۔“

”یہ کیا کر رہے ہو؟“ کیلی مضطربانہ انداز میں بولی۔ یونکہ وہ تلکی عمران نے سنگ کی طرف بڑھا دی تھی۔

کیلی کی دلی اندازی کے باوجود بھی سنگ نے تلکی عمران کے ہاتھ سے جھپٹ لی اور بولا۔ ”تو اس فن میں بھی کامل ہو۔ بیتھجے! مجھے نہیں معلوم تھا۔“

”صیلگیو اب میرے لیے بے کار ہو چکا ہے۔“ عمران نے کہا۔

”کیوں، بیتھجے؟“

”اگر یہ بچ ہے کہ وہ اس مرغ کو امیز ن کے جنگلوں میں تلاش کر رہے ہیں۔“

”میں نے غلط نہیں کیا۔ یہ حقیقت ہے۔“

”بہر حال، میں اسے بہتر سمجھتا ہوں کہ نیلگیو تو محارے حوالے کر دیا جائے۔“

”یہ تم نے کیا، کیا، عمران؟“ کیلی روپا نسی ہو کر بولی۔

”میں کسی کا پابند نہیں ہوں۔ جو میرا دل چاہے گا، کروں گا۔“

”تو گویا میں کسی طرف کی نہ ہوئی؟“

گرزتی لکیریں

”تم اپنے سفارت خانے واپس جا سکتی ہو۔“

سنگ تلکی کا ڈھکنا کھولنے کی کوشش کر رہا تھا۔ دفعۂ تلکی کو آنکھوں کے قریب لا کر ڈھکنے کا جوڑ تلاش کرنے لگا..... اور پھر آنکھوں کے قریب ہی رکھ کر اسے کھولنے کی کوشش کی لیکن ڈھکنا کھلتے ہی عجیب سی چیخ اس کے حق سے تلکی اور وہ دونوں ہاتھوں

سے ناک دبائے ہوئے فرش پر لوٹیں لگانے لگا۔

”یہ کگ..... کیا ہورہا ہے؟“ کیلی بوجھلا کر بولی۔

”مجھے کسی پارٹی کے ہاتھوں فروخت کر رہا ہے۔“ عمران نے مسکرا کر باسیں آنکھ دبائی۔

جوزف کی بآچھیں کھل گئی تھیں..... سنک اٹھنے کی کوشش کرتا اور پھر جاتا لیکن اب اس کے حلق سے آوازیں نہیں کھل گئی تھیں۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ باکل بے حس و حرکت ہو گیا۔

”کیا فائدہ ہوا؟“ کیلی بر اسلام نے بینا اگر بولی۔

”پھر تو کیا چاہتی تھیں؟“

”اسی سے سمجھوتہ کر لیتے۔“



”اس کی کیا حیثیت ہے؟“

”کم از کم تمھیں یہاں سے باہر تو نکال لے جاتا۔“

”کیا میں خونہیں جا سکتا ہو؟“

”پھر یہی کیا کم ہے کہ اس نے تمھیں نہیں گھیرا تھا۔ اور تم تو اس کی موجودگی میں سے بے خبر تھے۔“

”فالبآتمحاری خواہش تھی کہ میں اس سے تعاون کر لیتا؟“

”سمجھوتے سے میری یہی مراد تھی۔“

”یہ سمجھوتا ہی کیا ہے، میں نے۔“

”تمحاری کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی۔“

عمران کچھ نہ بولا۔ سنگ ہی اب بھی بیہوش پڑا تھا۔ جوزف سوالیہ نظر وہن سے عمران کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔ آخر عمران نے اسے اشارہ کیا کہ وہ سنگ ہی کو اٹھا کر دوسرے کمرے میں لے جائے۔

جوزف نے خاموشی سے تعمیل کی اور کیلی نے عمران سے پوچھا۔ ”اس نگلی میں کیا تھا؟“

”کچھ تو تھا ہی۔“

”کیا واقعی اس میں نیگی ہو بھی ہے؟“

”قطعی نہیں۔ وہ شعبدہ میں نے تحریریا کے لیے تیار کیا تھا لیکن شکار سنگ ہو گیا۔“

”کیا واقعی وہ نگلی تمھارے پیٹ میں تھی؟“

”غذا کی نالی میں۔“ تمھارے لیے بھی نکالوں ایک اور۔ ”عمران گروں ٹھوٹتا ہوا بولا۔

”نہیں۔ مجھے نہیں چاہئے۔“ وہ ابوکھلا کر بولی۔ اتنے میں جوزف واپس آگیا۔

”آخر وہ ہے کون، بس بس؟“ اس نے پوچھا۔

”مجھے حیرت ہے کہ تم سنگ ہی کو بھول گئے۔“

”نہیں..... جوزف اچھل پڑا۔“

”میں نے پوچھا تھا کہ اب تم کیا کرو گے؟“ کیلی بھنا کر بولی۔

”میں ساری پارٹیوں سے پہلے وہاں پہنچنے کی کوشش کروں گا۔ ورنہ اگر وہ سارا کارخانہ کسی بڑی طاقت کے ہاتھ لگ کیا تو وہ بھی دنیا کے لیے بہت بڑا خطرہ بن جائیگی۔“

کیلی کے چہرے پر ایسے تاثرات ظفر آئے جیسے کہی تھے کچھے کچھے پچ کی لاف و گزاف سن رہی ہو۔ عمران نے اسے محکوس کر لیا اور اس کریو لا۔ ”شاید میں نے اپنے قد سے اوپنجی بات کہہ دی ہے۔“

”میں اس سلسلے میں کچھ نہیں کہتا چاہتی۔“



”ایک بار پھر تمہیں مشورہ دوں گا کہ اپنے سفارتخانے والے کیسے جاؤ۔ اسی میں تمہاری بہتر ہے، ورنہ.....“

”میں اس وقت اپنے پیشے سے شدید تفتت محسوس کر رہی ہوں۔“
”ولیکن تم اپنی مرضی سے ابے تریک نہیں کر سکو گی۔“ عمران نے کہا۔ ”ایک بار پھر کہوں گا کہ سنگ کے ہوش میں آنے سے پہلے ہی یہاں سے چلی جاؤ۔ میری متعلق تم فراز ن کو پہلے ہی اطلاع دے چکی ہو کہ اب میں اس عمارت میں موجود نہیں ہوں۔“

”ملقثی کرو۔ میں اس سلسلے میں اپنی قوت فیصلہ استعمال کرنے کے قابل نہیں ہوں۔“

”ایسی صورت میں دوسری کے مشوروں پر عمل کیا کرتے ہیں۔“

”میں نہیں جانتی کہ یہاں سے مجھے ٹکسی کے لیے کہاں جانا پڑے گا؟“

”باس، جس ٹکسی میں یہ لوگ آئے تھے، باہر کھڑی ہے۔“ جوزف نے اطلاع دی۔

”اے سنگ خود دُرائیور کر کے لایا تھا۔“ کیلی نے کہا۔

”اچھی بات ہے۔ تو میں ہی تمہیں سفارتخانے تک پہنچاؤں گا۔“ عمران نے کہا اور جوزف سے بولا۔ ”کنجی سنگ کے جیب میں ہو گی۔ نکال لاؤ اور دروازے کو باہر سے بولٹ کرتے آنا۔“

جوزف چلا گیا۔ کیلی کے چہرے پر تردود کے آثار تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا، جیسے عمران کے مشوروں پر عمل کرنے کو دل سے تیار نہ ہو۔

”تمہیں پھر میک اپ کرنا پڑے گا۔“ اس نے عمران سے کہا۔

”تم اس کی فکر نہ کرو۔ صرف بیس منٹ بعد ہم یہاں سے نکل چلیں گے۔“

”اوہ... وہ..... یعنی کہ سنگ ہی.....؟“

”وہ میرا دروازہ ہے۔ میں دیکھوں گا؟“

جوزف نے واپس آ کر ٹکسی کی کنجی عمران کے حوالے کر دی۔

دو گھنٹے سے قبل سنگ ہی کو ہوش نہیں آیا تھا۔ پہلے تو اس کی سمجھتی میں نا آ سکا، کہ کس حال میں ہے پھر ابو خلا کراٹھ بیٹھا۔ کمرے میں بالکل تنہا تھا۔
یکا یک اسے سب پچھا یاد آ گیا..... ووسرے ہی لمحے میں اس نے بستر سے چھلانگ لگا دی اور سیدھا دروازے کی طرف آیا تھا۔ دروازہ تو باہر سے بولٹ کیا گیا تھا۔ اس کا احساس ہوتے ہی پھر تیچے ہٹ آیا۔ اس کے ہونٹ آہستہ آہستہ ہل رہے تھے۔
شاید وہ ساری گالیاں عمران سے مشروب کر رہا تھا، جو اسے یاد تھیں۔

ٹھیک اسی وقت باہر سے آواز آئی۔ ”کیوں، چچا! اب طبیعت کیسی ہے؟“
سنگ ہی تیزی سے بستر کی جانب بڑھا اور لیٹ کر آنکھیں بند کر لیں۔ اس بار اس نے عمران کا تھقہہ سناتھا۔ پھر آواز آئی۔ ”نہیں چلے گی..... میں سب دیکھ رہا ہوں۔“

سنگ چھلانگ راٹھ بیٹھا اور دروازے کی جانب مکا دکھا کر دھاڑا۔ ”اس طرح تم نے اپنی موت کو دعوت دی ہے۔“

”پورے دو گھنٹے بعد ہوش میں آئے ہو۔ تھیں بحالت بیہوشی ہی جیل میں منتقل کیا جا سکتا تھا۔“ عمران کی آواز آئی۔

”اچھا تو پھر...؟“ سنگ ہی سانپ کی طرح پھنکا را۔
اس طرح میں نے تھیں یقین دلایا ہے کہ فی الحال، تمہارے ساتھ کسی قسم کا فراڈ نہیں کروں گا۔“

”حد ہو گئی، ہرامی پن کی۔ اب تو یہ تو نے اپنی سعا و تمندی کا یقین دلایا تھا؟“
”ہاں، چچا!“

”اچھا تو دروازہ کھول..... میں کچھ نہیں کہوں گا۔“

بولٹ سر کنے کی آواز آئی اور دروازے کھول گیا۔ لیکن سنگ ہی لیٹا رہا۔

”کیا فوراً ہی انتقام لینے کی سوچ رہے ہو؟“ عمران نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے سوال کیا۔

”مجھے یقین ہے کہ تم نے کہیں گراہم کو چلتا کر دیا ہوگا۔“

”تمہاری ہی ٹیکسی چھوڑ کر آیا ہوں۔ یہ لوچابی سنجناؤ۔“ اس نے چابی سنگ کی طرف اچھاتے ہوئے کہا۔

”وہ تمھیں چاہتی ہے۔“

”مجھے نہیں بلکہ مجھ سے کچھ چاہتی ہے۔“

”اے تو دنیا سے یونہی بے مرمت چلا جائے گا۔“

”کام کی بات کرو۔ یہاں سے کب روانہ ہو رہے ہو؟“

”تو تم نے میری تجویز مان لی ہے؟“

”تجویز نہ مان لیتا تو تمہاری آنکھیں جیل ہی میں کھلتیں۔“

”ہاں، یہ سوال غیر ضروری تھی۔“ سنگ اٹھتا ہوا بولا۔ ”بس تو پھر یہ جگہ چھوڑ دو۔ میں تمھیں اپنی قیامگاہ پر لے چلوں گا۔ کیا تم تنہا ہو گے؟“

”نہیں، جوزف بھی میرے ساتھ جائے گا۔“

”ٹھیک ہے۔“

سنگ انہیں اسی ٹیکسی پر لے گیا تھا لیکن عمران محسوس کر رہا تھا جیسے جوزف کو یہ اشتراک پسند نہ آیا ہو۔ لیکن اس نے اس کا اظہار نہیں کیا تھا۔

سنگ کی قیامگاہ پر پہنچ کر بھی اس نیب بہت بر اسامنہ بن ایا تھا۔ عمران اسے نظر انداز کرتا رہا۔



عمارت کے اندر داخل ہو کر سنگ نے جوزف کا بازو پکڑا اور ایک جانب گھینٹا ہوا بولا۔ ”تم میرے ساتھ آؤ۔“

”مگر..... کیوں، بائس؟“ جوزف عمران کی طرف دیکھ کر ہکایا۔
”نہیں، چچا.....“ عمران ان دونوں کے درمیان حائل ہوتا ہوا بولا۔“ یہ اسے تریک کر دینے کی کوشش کر رہا ہے۔“

”کیوں.....؟“ سنگ نے جوزف کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے سوال کیا۔
جوزف کے منہ سے عجیب سی آوازیں نکلی تھیں اور پھر وہ تختی سے ہونٹ بھینچ کر پتنے لگا تھا۔ اس کے بعد پورے جسم پر کچپی اسی طاری ہو گئی۔ اور پھر اگر عمران آگے بڑھ کر اسے سنبھال نہ لیتا تو فرش پر گرا ہوتا۔ اس نے اسے قریب کے صوف پر ڈال دیا اور مژکر سنگ سے بولا۔“ تم نے بہت برا کیا۔ اسے ایک بار پھر ہنی کشمکش میں ڈال دیا۔“

”تم شاید پا گل ہو گئے ہو۔۔۔ شراب تو اس کی رگوں میں دوڑتی تھی۔ یہ اسے ترک نہیں کر سکے گا۔“

”وہ خود ہی کوشش کر رہا ہے۔“

”پا گل ہو گیا ہے۔“ سنگ نے بیہوش جوزف پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔ ”اچھا، تم یہاں سے چلے جاؤ۔ میں اسے ٹھیک کرلوں گا۔“

”کس طرح ٹھیک کر لو گے؟“

”فضول باتیں مت کرو۔۔۔ چلے جاؤ۔۔۔ ورنہ یہاں کی حالت میں مر جھی سکتا ہے۔۔۔ تمھیں اس کا تجربہ نہیں ہے۔“

عمران ایک چینی ملازم کی رہنمائی میں دوسرا کمرے تک پہنچا۔ ابھی تک وہ اس سلسلے میں ڈانو ڈول تھا کہ اس نے سنگ کے ساتھ آنے کا فیصلہ کر کے غلطی نہیں کی۔

قریباً بیس منٹ بعد سنگ بھی کمرے میں داخل ہوا۔

”اُب وہ خطرے سے باہر ہے۔“ اس نے اطلاع دی۔

”تم نے دوچار یو تلویں حلق میں انڈیلیں دی ہوں گی؟“

”اس کے علاوہ اور کوئی صورت نہیں تھی۔ ہم وقت شراب کے ذریعہ رہنے والوں سے شراب اس طرح نہیں چھڑائی جاتی۔“

عمران نے لاپرواہی کے انداز میں شانوں کو جتنیش دی..... اور دوسری طرف دیکھنے لگا۔

”ابے تجھے کیا معلوم ہوتا ہے مجھی پی ہی نہیں؟“ سنت جھنگ جھلک کر بولا۔

”دختم کرو۔“ عمران نے بیزاری سے کہا۔ ”کام کی بات کرو۔“

”سب سے پہلے باول دے سو ف کے بارے میں بات ہو گی۔“

”چچا..... نیکیو میرے پاس نہیں ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ سلائیڈ ز تیار کرنے وقت وہ ضائع ہو گیا تھا۔“

”لیکن میں اسے تسلیم نہیں کروں گا کہ اس سے متعلق سب کچھ تمہارے ذہن سے محو ہو گیا ہے۔“

”اس سلسلے میں، میں کیا کہہ سکتا ہوں۔“

”برازیل کے بنابر تم چونکے تھے اور شاید تم نے یہ بھی کہا تھا کہ اب تمہارے جھک مارنے سے کیا فائدہ۔“

”قصہ برازیل ہی کا تھا۔“

”کس بنابر یہ کہہ رہے ہو؟“

”باول دے سو ف کو مد نظر رکھتے ہوئے یہی کہنا پڑے گا۔ کیا تمھیں ان پینٹنگز کے بارے میں نہیں معلوم، جو ہٹلر کی پسندیدہ پینٹنگز کہلاتی تھیں اور جن پر قطعی گمنام یا غیر معروف آرٹسٹوں کے دستخط تھے۔“

”مجھے علم ہے۔“

”باؤل دے سو ف انہی میں سے ایک تھی اور اس پر لیز ارب نامی آرٹسٹ کے دستخط تھے جو منوں نے یہ نام کبھی نہیں سننا۔ ویسے لیز ارب کو الٹ کر پڑھو تو بر ازیل بنے گا۔“

”یہ محض اتفاق بھی ہو سکتا ہے..... لیکن اس پر حیرت ہے کہ وہ پارٹیاں بھی بر ازیل ہی کے جنگلوں کو چھان رہی ہیں۔“

”کسی خاص پوائنٹ کی تلاش ہے؟“ عمران نے سوال کیا۔

”غائب انہیں کسی خاص ہی پوائنٹ کی تلاش تھی۔ لیکن وہ زمین پر ویاں تک پہنچنے کا راستہ نہیں تلاش کر سکے۔“

”اس پوائنٹ کے بارے میں بھی تم نے کچھ نہ پچھے معلومات ضرور حاصل کی ہوں گی؟“

”ہاں، کیا تو تھیں۔ انہیں کسی ایسی جھیل کی تلاش تھی، جو چند سال پہلے دریافت ہوئی تھی۔“

”کس طرح دریافت ہوئی تھی۔“

”امریکہ کی جیوگرافیکل سوسائٹی نے ایک فضائی سروے کے دوران میں اسے دیکھا تھا۔“

”تو کیا وہ فضائی سے زمین کے راستے کا تعین نہیں کر سکتے؟“

”پتا نہیں، کیا چکر ہے؟“

”بہر حال، میں اب بھی ان کی معلومات سے کسی قدر اگے ہوں۔“

”مظہرو: یوں بات نہیں بنے گی۔ میرے ساتھ آؤ۔“ سنگ المحتا ہوا بولا۔ وہ اسے ایک ایسے کمرے میں لاایا تھا، جہاں دیواروں پر کئی بڑے بڑے نقشے لفکے ہوئے تھے۔

”یہ دیکھو۔ میں نے بر ازیل کے ٹکڑے کر کے رکھ دیئے ہیں۔“ سنگ عمران کی

طرف مرڈ کر بولا۔ ”اب تم انہیں دیکھو دیکھ کر حافظے پر زور دو۔“

عمران ان لفڑیوں کو غور سے دیکھتا رہا۔ پھر سنگ سے کاغذ اور پنسل مانگا۔

تحوڑی دیر بعد وہ یاد و داشت کے سہارے باول دنے سو ف کی آٹوٹ لائن تیار کر رہا

تھا۔ سنگ اس کے شانے





پر جھکا ہوا دیکھتا رہا۔ پھر اس نے خاکے میں شید و بینا شروع کیا اور سنگ کی سانسیں تیزی سے چلنے لگیں۔ گدھی کی تصویر مکمل کرنے کے بعد وہ اس کے بچے کے خاکے کی بھیجنیل کرتا رہا۔

”میں کچھ کچھ سمجھ رہا ہوں۔“ سنگ بڑھ لیکن عمران خاموشی سے کام کرتا رہا۔ پھر اس نے پسل رکھ دی اور خاکے کو ہر زاویہ سے دیکھ لینے کے بعد اسے سنگ کی جانب پڑھاتا ہوا بولا۔ ”اس سے تم کیا نتائج اخذ کرو گے؟“

”گدھی میں برازیل کا نقشہ پوشیدہ ہے۔“ سنگ نے اسے بغور دیکھتے ہوئے کہا۔ پھر یک بیک چونک کر بولا۔ ”لیکن بچے میں کیا ہے؟ یہ بھی نقشہ ہی معلوم ہوتا ہے۔“ ”در اصل یہی زیادہ اہم ہے۔ میرا خیال ہے کہ اگر ہم اس ٹکڑے کا تعین برازیل کے نقشے پر کر سکیں تو مشکل آسان ہو جائے گی۔“

”میں نے جو ٹکڑے تیار کرائے ہیں۔ ان سے موزنہ کرو، شاید مقصد برداری ہو جائے۔“ پھر دونوں نے سر جوڑ کر دیوار سے لٹکنے والے نقصشوں کا جائزہ لینا شروع کیا تھا لیکن عمران اس سے فائل نہیں تھا کہ سنگ اس کے بنائے ہوئے خاکے کا کیا کرتا ہے۔ سنگ نے وہ شیٹ تہہ کر کے اپنے کوٹ کی اندر ولی جیب میں رکھ لی تھی۔

”اے جیب میں کیوں رکھ لیا؟“ دفعۂ عمران نے مژکر سنگ کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

”اوہ..... بس یونہی بے خیالی میں۔“ سنگ چونک کر بولا اور خاکے کو پھر جیب سے نکال کر عمران کو دیتے ہوئے کہا۔ ”ہو سکتا ہے کہ تم اتنے نقصشوں کے درمیان کتفیوز ہو جاؤ..... لہذا۔“

”مٹھرو۔“ عمران ہاتھاٹھا کر بولا۔ ”مجھے ایک بار ان سبھوں کا فرد اجازتہ لینے دو۔“ تھوڑی دیر کی کوشش کے بعد بالآخر اسے کامیابی ہوئی تھی یعنی گدھی کے بچے والا

معہ اس کا سمجھ میں آگیا تھا لیکن سنگ پر وہ یہی ظاہر کرتا رہا تھا کہ ابھی سمجھنے کی کوشش جاری ہے۔

یک بیک سنگ اس کے شانے پر با تھما کر بولا۔ ”ختم کرو۔ ہم اسے پھر سمجھتے رہیں گے۔ بہر حال، مجھے یقین ہے کہ داہ کا تعین ہو جائے گا۔“

”تو پھر اب کیا کریں؟“

”تمہری سیا پر نظر کلی جائے۔ سنگ پچھوپ چتا ہوا بولا۔“ ہو سکتا ہے کہ اس طرح کسی جدوجہد کے بغیر ہی ہم وہاں تک پہنچ جائیں۔

”کیا تم جانتے ہو کہ وہ کہاں اور کس بھیس میں ہے؟“

”میں جانتا ہوں کہ وہ اب بھی یہاں موجود ہے۔ لیکن فی الحال یہ نہیں جانتا کہ کہاں ہے۔“

”پھر کیسے تلاش کرو گے؟“

”میرے اپنے ذرائع ہیں۔ میں نے ابھی تک اس کی طرف توجہ ہی نہیں دی تھی۔ صرف تمہیں دیکھا رہا ہوں۔“

”شکریہ، انکل دی بامڑڑا!“

”اے میں دیکھ رہا ہوں کہ ابھی تک تیراڑہن میری طرف سے صاف نہیں ہوا۔“

”میراڑہن تو خود اپنی طرف سے بھی صاف نہیں ہے۔“

”کیا بات ہوئی؟“

”بھونکنے اور کاشنے کو دل چاہتا ہے۔“

”تروان کے راستے پر چل نکلے ہو۔“

”یار، بس۔“ عمران با تھاٹھا کر بولا۔ ”کوئی اور بات کرو۔ ہاں، یہاں کتنی پچیال رکھ چھوڑی ہیں۔“

”دوسرا..... تیری بھاگ گئی۔“

”بھاگ کیوں گئی؟“

”بہتر ہو گا کہ تم کچھ دیر تہائی میں آرام کرو۔“ سنگ ماتھاٹھا کر بولا۔ ”میں محسوس کر رہا ہوں کہ تم بہت تھک گئے ہو۔“
”دشکریہ۔ فی الحال یہی چاہتا ہوں۔“





تمیں سفید فام افراد ہاتھ باندھے موبکھڑے تھے اور سیاہ فام عورت میڈیلینا انہیں سخت سست کہہ رہی تھی۔

دفعہ اس نے خصوصیت سے ایک کو مخاطب کر کے پوچھا۔ ”کارڈو اکھاں ہے؟“

”اپنے ٹھکانے پر، مادام!“

”واسے یہاں لاو۔“

”بہت بہتر، مادام!“ اس نے کہا اور کمرے سے چلا گیا۔

میڈیلینا بقیہ دونوں پپھر بر سے لگی۔ ”تم لوگ روز بروز کاہل ہوتے جا رہے ہو۔ تم سے اتنا نہ ہو سکا کہ کیل گرا ہم ہی پنظر رکھ سکتے۔“

”ولیکن، مادام! اس کا قصہ تو آپ نے ختم ہی کر دیا تھا۔“ ایک بولا۔

”یہ تم سے کس نے کہہ دیا؟“

”تب پھر وہ اب اپوری طرح ہماری نظر میں ہے۔“

”کہاں ہے؟“

”اپنے سفارت خانے میں۔“

”تھاہے.....؟“

”ہاں، مادام! تھاہی بابا ہنگتی ہے۔“

”نگرانی ضرور ہوتی ہو گی؟“

”اس کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا۔“

”اچھی بات ہے۔ سب سے پہلے یہ دیکھو کہ نگرانی تو نہیں ہو رہی ہے۔ اس کے بعد اگر میدان صاف نظر آئے تو اسے یہاں لے آؤ۔“

”ضرور، مادام! نگرانی کرنے والوں کو بھی ڈاچ دے کر اسے یہاں لے آئیں

گے۔“

”اس بار کوئی غلطی نظر انداز نہیں کی جائے گی۔“ میڈیلینا نے سخت لمحے میں کہا۔

”بہت بہتر، ماڈام!“

ان دونوں کے چپے جانے کے بعد وہ اٹھ کر ٹھیلنے لگی۔ انداز میں بے چینی پائی جاتی تھی۔ کبھی کبھی رک کر پچھو سوچنے لگتی اور پھر ٹھیلنا شروع کر دیتی۔ جھوڑی دیر بعد کسی نے دروازے پر دستک دی۔

”آ جاؤ۔“ اس نے اونچی آواز میں کہا۔ اور وہی آدمی کمرے میں داخل ہوا جسے میڈیلینا نے کسی گارڈوا کو بلانے کے لیے بھیجا تھا۔

”کیا گارڈوا نہیں ملا؟“ میڈیلینا نے اسے گھوڑتے ہوئے پوچھا۔

”وہ اپنی قیامگاہ پر موجود ہے، ماڈام۔ لیکن.....“

”لیکن کیا؟“

”اس نے یہاں آنے سے انکار کر دیا ہے۔“

”کیا وہ پا گلی ہو گیا ہے؟“

”میں نہیں جانتا، ماڈام! اس نے دروازہ بھی نہیں کھولا تھا۔“

”کیا مطلب.....؟“

”دروازے کے قریب آ کر اس نے اندر سے کہا تھا کہ نہ وہ مجھے اندر بلا سکتا ہے اور ناس وقت خود کہیں جا سکتا ہے۔ میں نے آپ کا نام لیا تو کہنے لگا کہ اس وقت ماڈام لی تھری لی کی بھی پرواہ نہیں ہے۔ اس کی پنسیل اسٹنٹ کسی شمار و قطار میں ہے۔“

”یہ گارڈوانے کہا تھا؟“

”ہاں، ماڈام! میں نے اسی کے الفاظ دہراتے ہیں۔“

”کیا وہ اندر تنہا تھا؟“

”میں یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہہ سکتا، ماڈام!“

”کیا کوئی عورت ہے، اس کی زندگی میں؟“

”بظاہر تو ایسا نہیں ہے۔ ہم سب ایک دوسرے کے بارے میں سب کچھ جانتے ہیں“

میڈیلینا کی آنکھوں سے جھنگلا ہٹ طاہر ہونے لگی تھی۔ اس نے بے حد غصیلے لمحے میں پوچھا۔ ”کیا اس نے ماڈام کی تھری بی کا نام لے کروہ بات کہی تھی؟“

”ہاں، ماڈام! اسی پر حیرت ہے۔“

”تم جانتے ہو کہ ماڈام کا نام لے لگوئی ایسی بات کہنے کی کیا سزا ہے؟“

”مجھے علم ہے، ماڈام!“

”تو پھر تم اسے سزا دیئے بغیر کیوں واپس آئے؟“

”اگر آپ یہاں موجود نہ ہوئیں تو میں خود ہی فیصلہ کر لیتا۔“

”ٹھیک ہے۔ میں خدا سے سزا دوں گی۔ گیراج سے گاڑی نکالو۔“

”بہتر بہتر، ماڈام!“ اس نے کہا اور کمرے سے چلا گیا۔ اس کے بعد میڈیلینا بھی اس کمرے سے نکل کر اپنے اقامتی کمرے میں آئی اور جلدی جلدی لباس تبدیل کرنے لگی۔ اسکرٹ اور بلاوز کی بجائے جیز اور جیکٹ پہنے اور باہر نکل آئی۔ سیاہ رنگ کی گاڑی پورچ میں کھڑی تھی۔

”تم ڈرائیور کرو گے۔“

”بہت بہتر، ماڈام؟“ اس نے میڈیلینا کے لیے مچھلی نشست کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔ گاڑی پورچ سے نکل کر سٹرک پر آئی اور پھر شاید وہ منٹ کے اندر ہی اندر وہ منزل مقصود پر پہنچ گئے تھے۔ گاڑی سٹرک ہی پر روکی گئی۔

انجمن بند کرا دینے کے بعد میڈیلینا نے ڈرائیور سے پوچھا۔ ”کیا تمھیں، گارڈو اے ایسے جواب کی تو قع تھی؟“

”ہرگز نہیں، ماڈام! مجھے تو ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے میں نے کوئی خواب دیکھا ہو۔“

”کیا وہ بہت زیادہ پی گیا ہو گا؟“

”وہ سرے سے پیتا ہی نہیں، ماڈام! بے حد ہوشیار آدمی ہے۔ پل بھر کی غفلت بھی اسے گوار نہیں۔“

”تب پھر کسی ہنگامے کے لیے تیار رہنا۔“

”میں نہیں سمجھا، ماڈام!.....“

”فرض کرو، کسی نے اس کی اگردن پریو الور کی نال رکھ کر اس سے وہ ساری باتیں کھلوائی ہوں.....“

”میں بھی یہی سوچ رہا تھا، ماڈام!“

”ولیکن تم نے اس سلسلے میں اپنی رائے کا اظہار نہیں کیا تھا۔“

”میں بڑوں کے سامنے زبان کھولتا ہوا ڈرتا ہوں۔“

”اچھی عادت ہے لیکن ضروری تو نہیں ہے کہ تم اپنی ذہانت کو برتوئے کار لانا ترک کر دو۔ ایسے موقع پر ضرور بولنا چاہیئے۔“

”آئندہ خیال رکھوں گا، ماڈام!“

”اچھا تو اب یہ سوچ کر عمارت میں قدم رکھنا ہے کہ کسی دشمن سے مدد بھیڑ ہو جائے گی۔“

”بہت بہتر، ماڈام! میں مسلح ہوں۔“

”زیریو الور ہو گا.....؟“

”ہاں، ماڈام!“

”فضول ہے۔ اس پاس دوسری عمارتیں بھی ہیں۔ چاقو یا تختہ بھتر رہتا۔ تم اس کی فکر نہ کرو۔ ہمارا دشمن بھی یہاں فائر نگ کرنے سے احتراز کرے گا۔“

”ولیکن اگر اس نے اتنی احتیاط نہ بر تی تو.....؟“

”میں نے کہا تھا کہ تم اس کی فکر نہ کرو۔ لیکن حتی الامکان فائر کرنے سے بچنا۔“

”میں خیال رکھوں گا، ماڈام!“

وہ گاڑی سے اتر کر کمپاؤند میں داخل ہوئے۔ یہاں گہری تاریکی تھی کیونکہ برآمدے میں روشنی نہیں تھی۔

”کیا اس وقت بھی برآمدے کا بلب روشن نہیں تھا، جب تم یہاں آئے تھے، میڈیلینا نے آہستہ سے پوچھا۔

”اس وقت تو روشنی تھی، ماڈام!“

”ریوالور کاں لو۔ میں قفل کروں گی!“

”ریوالور سے۔“

”نہیں، کسی اور طرح۔ ریوالور احتیاط کاں لو۔۔۔ اور فائر کرنے کے معاملے میں مخاطر رہنا۔“

”جان پر بنے بغیر فائز نہیں کروں گا۔“

”ٹھیک ہے۔“

وہ دونوں بڑی احتیاط سے برآمدے میں داخل ہوئے اور ڈرائیور نے صدر دروازے تک اس کی رہنمائی کی۔ قفل کی سوراخ سے بھی یہی اندازہ ہوا کہ اندر بھی روشنی نہیں ہے۔ میڈیلینا نے کس طرح قفل کھولا تھا اس کا اندازہ ڈرائیور کو نہ ہوا۔ دروازہ کھلنے کی بلکی اسی آواز اس نے بھی سنی تھی اور میڈیلینا کے ساتھ اندر بڑھتا چلا گیا تھا وہ دیوار سے لگی ہوئی چل رہی تھی اور اس کا بازو و چھوکرا سے بھی دیوار ہی سے لگا دیا تھا۔

”

پھر اچانک وہر کٹی اور پیچھے ہاتھ لا کر اسے بھی رکنے کا اشارہ کیا۔

ڈرائیور کا دل تیزی سے ڈھڑ کنے لگا تھے۔ ریوالور کے دستے پر اس کی گرفت سخت ہو گئی۔

اور ٹھیک اسی وقت کرہ روشن ہو گیا۔ ساتھ ہی کسی نے اس کے ریوالور والے ہاتھ پر

ضرب لگائی اور بیوالور اس کی گرفت سے نکل کر دور جا پڑا۔ وہ چار افراد کے نرغے میں تھے۔ اور چاروں کے ہاتھوں میں سائیلر لگے ہوئے پستول تھے۔ چہروں کی بناؤٹ کے اختیار سے پہلی ہی نظر میں ان کی قومیت کا تعین کا جا سکتا تھا۔ وہ چاروں چینی تھے۔

میڈیلینا تے مخیرانہ انداز میں پلکیں جچکا میں لیکن وہ خوفزدہ نہیں معلوم ہوتی تھی۔ ”اوہ ایسے تو پتا نہیں کیا بلایا ہے؟“ عتب سے آواز آئی۔ ”میں سمجھا تھا، تحریکیا ہو گی۔“ میڈیلینا بڑے مضمون انداز میں آواز کی جانب مری۔ اس نے اپنے ہاتھ بھی نہیں اٹھائے تھے، جب کہ اس کے ہاتھ کے دو نوں ہاتھا بندھے ہوئے تھے۔

”ارے، تم زندہ ہو؟“ وہ نہ کربولی۔ اس کا مخاطب پانچواں دراز قد اور دبلا پٹلا چینی تھا۔

”تم مجھے پہچانتی ہو؟“ چینی نے پوچھا۔

”سنگ ہی کوکون نہ پہچانے گا۔“

”دلیکن میں تمھیں نہیں جانتا۔“

”ہاں پہلے کبھی ہماری ملاقات نہیں ہوئی لیکن تم نے میرا نام ضرور سننا ہو گا۔ میڈیلینا..... ما دام کی چیف آف پرنل اساف۔“

”نام سننا تھا۔“ سنگ نے لاپرواہی سے کہا۔

”کیا تمھیں، مجھ سے مل کر خوشی نہیں ہوئی؟“

”قطعی نہیں، میں سمجھا تھا کہ تحریکیا سے ملاقات ہو گی۔“

”ہاں، تم جانتے ہو گے کہ ما دام، اولیٰ غلاموں کی زبان سے انکار سننے کی عادی نہیں ہیں۔ ایسے موقع پر خود سزا دیتی ہیں، مجرموں کو..... لیکن میں نے یہ بیہودہ بات ان تک پہنچنے ہی نہیں دی تھی۔ کیا تم نے گارڈوں کو مار دیا؟“

”میں خواہ مخواہ نہیں مارا کرتا۔ وہ صرف بیہوش ہے؟“

”خیر..... خیر..... ہاں تو..... اس ملاقات کا مقصد کیا ہے؟“

”تھریہا سے ملاقات مطلوب تھی۔“ سنگ اسے غور سے دیکھتا ہوا بولا۔

"مجھے افسوس ہے۔" میڈیلینا عجیب کے انداز میں مسکرا آئی۔

”خوبیں، تم اس سے میری ملاقات کراؤ گی۔“

”مسٹر سنگ ہی! کیا تم نہیں جانتے کہ ماڈام سے ملاقات آسان نہیں ہے؟“

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

All rights reserved.

Figure 10. A 2D binary image showing the boundary of a complex object. The boundary is composed of a series of connected pixels, forming a jagged, irregular shape.

© 2002-2003

الربيع سخونم آنونا لوهه لہاں جیں۔

”تم اس سے انکار نہیں کر سکتیں کہ و آج کل بیٹیں ہے۔“

”یقیناً، میں انکار نہیں کر سکتی۔ لیکن کوئی بھی نہیں جانتا کہ وہ آج کل کہاں مقیم ہیں..... اور تم بھی اچھی طرح واقف ہو، ان کی عادت سے۔ تم بھی تو کبھی ہمارے بڑے رہ چکے ہو،“ میڈیلینا نے کہا اور سنگ کو کسی قسم کا اشارہ کر کے اپنی ساتھی کی طرف دیکھنے لگی۔

سنگ کی آنکھوں میں عجیب سی چمک لہرائی اور اس نے اپنے آدمیوں میں سے ایک کو متوجہ کر کے چینی زبان میں کچھ کہا۔

دوسرا ہی لمحے میں اس کا پستول میڈیلینا کے ساتھی کی کمر سے جالگا اور وہ اسے دوسرا کمرے کے دروازے کی طرف ڈھکلنے لگا۔

اس نے مرکر بڑی بے بسی سے میڈیلینا کی طرف دیکھا تھا لیکن وہ سنک کی طرف متوجہ تھی۔

چینی، اسے دوسرے کمر میں دھکیل لے گیا اور میڈیلینا مسکرا ل کر بولی۔ مجھے خوشی ہے، مسٹر سنگ ہی کہم تنظیم کے مخصوصی اشارے ابھی تک نہیں بھولے۔“

”میں تنظیم کا مخالف نہیں ہوں۔ میرا اختلاف صرف تحریکیا سے تھا لیکن وہ ڈکٹیشنری بن گئی ہے۔ یعنی تحریکیا سے اختلاف کرنا گویا تنظیم ہی سے انحراف ٹھہرا۔“

”میں اس سلسلے میں کچھ کہنے کی جرأت نہیں رکھتی۔“

”اس نے سب کو غلام بشار کھا ہے۔ بڑوں کی بڑی بندی بھی ہے۔“

”پلیز..... مسٹر سنگ! ابادام کی شخصیت کو زیر بحث نہ لاؤ۔“

”میں کہتا ہوں، تم کس سے کم ہو؟ لیکن افسوس کہ تھاری جلد کالی ہے۔ اس لیے سفید چڑی تم پر حکومت کرنے کا حق رکھتی ہے۔“

”تم مجھے ورغلانے کی کوشش کرو ہے جو، مسٹر سنگ!“

”تحریکیا عنقریب ختم ہونے والی ہے۔“

”سب اپنا اپنا وقت گزارتے ہیں، مسٹر سنگ؟“

”تھارا شمار تیسرے درجے کے بڑوں میں ہو گا؟“ سنگ نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”یہ درست ہے۔ مسٹر سنگ؟“

”کیا کسی رنگدار نسل سے تعلق رکھنے والا کئی فرد اول درجے کے بڑوں میں شامل ہے؟“

”میرا خیال ہے کہ دوسرا درجے کے بڑوں میں بھی نہیں ہے۔“ میڈیلینا نے کہہ کر بخندی سانس لی۔

”ایسا کیوں ہے؟“

”افسوس کہ میں نہیں بتا سکتی۔“

”تم جانتی ہو۔ اچھی طرح جانتی ہو، اس کی وجہ۔“

”محض جاننے سے کیا ہوتا ہے، مسٹر سنگ! اس سلسلے میں کچھ کرو نہیں سکتے۔“

”لیکن میں کچھ کرنے والی کے لیے تنظیم سے الگ ہوا ہوں اور تم بہت جلد سنو گی کہ

تینیشیم کے سارے بڑے رنگدار انسلوں سے تعلق رکھنے والے ہوں گے۔“

”ابھی تک تو اس کے آثار نظر نہیں آئے۔“

”میں اب تک کئی مخادوں پر تحریریا کوشش کیتے دے چکا ہوں۔“

”ہاں“ وہ سر دلجنہ میں بولی۔ ”شاپید دو یا تین یونٹ، تمہاری کوششوں سے ٹوٹے ہیں۔ لیکن اس سے لیا ہوتا ہے، مسٹر سنگ؟ جتنے عرصے میں تم نے تین یونٹ توڑے ہیں، وہ نئے یونٹ قائم ہو گئے ہیں۔“

”سنو! میں تینیشیم کو کوئی نقصان نہیں پہنچانا چاہتا۔“ سنگ اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ ”وہ تو میں نے تحریریا کو محض اس کا نمونہ لکھایا تھا کہ میں کیا کر سکتا ہوں اور تحریریا میں اب رہا ہی کیا ہے۔ ایک عمران کو تو قابو میں نہ کر سکی۔“

”اس کا معاملہ بھی تک سمجھ میں نہیں آیا۔“

”کیا سمجھ میں نہیں آیا؟“

”تمیرا خیال ہے کہ مادام، اسے کسی قدر چھوٹ بھی دیتے ہیں۔“

”محض خیال ہی ہے۔“

”عمران کی تلاش تو میرے حقیقت میں ڈالی گئی ہے۔“ میڈیلینا نے کہا۔

لیکن وہ کئی بار کسی چکنی مچھلی کی طرح تمہارے ہاتھوں سے پھسل گیا۔“

”یہ حقیقت ہے، مسٹر سنگ!“

”اور یہ بھی حقیقت ہے کہ باہل دے سوف کا نیکیو اس کے پاس نہیں ہے۔ تحریریا جیسی زیریک عورت اپنا وقت ضائع کر رہی ہے۔“

”تم بڑے واثق سے کہہ رہے ہو۔“

”میں عمران کے سلسلے میں میں یہاں چوتحی پارٹی ہوں۔ میں نے اس کی اور وزارت خارجہ کے سیکریٹری کی گفتگو شیپ کی تھی۔“

”کیا عمران نے اس سے بھی یہی کہا تھا کہ نیکیو ضائع ہو چکا ہے؟“

”اگر نہ کہا ہوتا تو میں بھی اتنے یقین کے ساتھ اس سلسلے میں کچھ نہ کہہ سکتا۔“

میڈیلینا نے لاپرواہی ظاہر کرنے کے لیے شانوں کو جنمیش دی۔

”لیکن تم نے اپنے آدمی کو یہاں سے ہٹا دیئے کاشارہ کیوں کیا تھا؟“ سنگ نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”مجھے عرصے سے تمہاری تلاشی ہے، مسٹر سنگ!“

”میری تلاش... جلانکہ تم پہلے بھی نہیں ملے۔“

”اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔“

”وتحمیں ہیری تلاش کیوں تھی؟“

”اس لیے کہ میں بھی تھریسیا سے تنفس ہو چکی ہوں اور عمران ہی کے معاملے میں میری نفرت انہیا کو پہنچی ہے۔“

”میں نہیں سمجھا۔“

”وہ اسے چھوٹ دیتی ہے۔ اس نے تنظیم کے بعض بہترین اور باصلاحیت افراد کو عمران کے ہاتھوں قتل کرایا ہے۔“

”ہاں، عمران کے ہاتھوں کئی افراد مارے گئے ہیں۔“

”اگر وہ اسے چھوٹ نہ دیتی تو کبھی ایسا نہ ہو سکتا۔“

”ظاہر ہے۔“ سنگ ہی بڑے خلوص سے بولा۔

”اول درجے کے بڑوں کو بھی تھریسیا کی تلاش ہے کیونکہ وہ عمران کی سزا نے موت پر متفق ہو چکے ہیں۔ اور تھریسیا سے اس کی توثیق چاہتے ہیں لیکن وہ ان کا سامنا محض اس لیے نہیں کرتی کہ عمران کے موت کے پروانے پر دخخط کرنے پڑیں گے۔“

”آخر وہ اسے چھوٹ کیوں دیتی ہے؟“ سنگ نے معنی خیر لجھے میں سوال کیا۔

”ولی معاملات بھی ہو سکتے ہیں۔“ میڈیلینا کا لہجہ بے حد تلخ تھا۔

”اُرے نہیں۔“ سنگ حقارت سے ہنسا۔

”یقین کرو، مسٹر سنگ! میں عورت ہوں۔ میں اچھی سمجھے سکتی ہوں، ان معاملات کو..... اور سنو..... میرا محبوب بھی عمران کے ہاتھوں مارا گیا ہے۔ میں تو اس کی ہڈیاں چباؤنا چاہتی ہوں۔“

”قدرتی بات ہے۔ مجھے تم سے ہمدردی ہے، میڈیلینا!“ یک بیک سنگ ہی مغموم نظر آنے لگا۔

”میں دلوں عس سے انتقام لینا چاہتی ہوں۔“

”بس ہو پھر میری طرف آجائے۔“

”تینوں درجوں کے بڑے ہٹریبا سے تنفس تیں اور وہ چاہتے ہیں کہ کسی طرح اسے ختم کر دیا جائے..... نہ صرف ختم کر دیا جائے بلکہ اس کی لاش کی تشییر بھی کر دی جائے تاکہ کوئی اور اس کی آڑ میں شکار نہ کھیل سکے۔“

”ہاں، وہ تو اب صرف ایک نام ہو کر رہ گئی ہے۔ شاید ہی کسی نے اسے ان تین برسوں میں دیکھا ہو۔“

”تمہارا اندمازہ بالکل درست ہے۔ مسٹر سنگ! تین سال سے اسے کسی نے بھی نہیں دیکھا۔“ میڈیلینا ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔ ”وہ محض ایک نام اور ایک آواز ہے۔“

”آواز جو صرف حکم دینا جانتی ہے۔“ سنگ نے نکلا اگایا۔

”بڑی سچی بات کہی، تم نے، سنگ!“

”تو پھر مجھ سے تعاون کرو گی؟“

”میں بالکل تیار ہوں، مسٹر سنگ!“

”وہ من خ کہاں ہے؟“

”یہ تو میں نہیں جانتی، مسٹر سنگ!“

”کیا تم وہاں کبھی نہیں گئیں؟“

”نہیں، مسٹر سنگ!“

”تمہارا قیام کہاں رہتا ہے؟“

”ایکویڈور کے بعض شہروں میں، ویسیں احکامات ملتے ہیں اور میں کام کرتی رہتی ہوں۔“

”ایکویڈور کے شہروں میں کب سے قیام ہے؟“
”دو سال سے۔“

”تو پھر میں یہ سمجھوں کہ ہماری دوستیوں مستحکم ہو چکی ہے۔“ سنگ نے اس کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔
”یقیناً.....“ میڈیلینا نے بھی ہاتھ بڑھایا۔ دونوں نے اگر بجوشی سے مصالحت کیا تھا۔

”تم یہاں کب تک رہو گی؟“

”پہنچیں..... جب بھی حکمل گیا، روائی ہو جائے گی۔“

”اگر عمران ہاتھ نہ آیا تو.....؟“

”نی اخال میں نہیں جانتی کہ اس صورت میں کیا ہو گا؟“

”اگر ہم نے آپس میں تعاون کرنے کا ارادہ کر لیا ہے تو پھر ہمیں ایک دوسرے کے پروگراموں سے واقف ہونا چاہیے۔“ سنگ نے بڑے خلوص سے کہا۔

”ہاں، لازمی بات ہے۔“

”چھاتو پھر یہاں سے روائی کے بعد تم کہاں جاؤ گی؟“

ان دونوں میرا قیام، پیرو کی ہندرگاہ ایکویٹور میں تھا اور میرا خیال ہے کہ پھر وہیں واپس جاؤں گی۔

”ایکویٹور میں تو میری بھی تھوڑی سی جائیداد ہے۔“ سنگ نے کہا۔

اوہ، تب تو بڑی اچھی بات ہے..... لیکن مسٹر سنگ یہاں سے روائی اسی صورت میں ہو سکتی ہے۔ جب میں اس کا ثبوت پیش کر سکوں کہ عمران کے پاس واقعی باول دے سو ف کانگلیوں نہیں ہے۔ کیا تم اس کی اور وزارت خارجہ کے سیکریٹری کی گفتگو کا

ٹیپ میرے لیے فراہم کر سکو گے؟“

”کیوں نہیں..... ضرور، ضرور۔“ سنگ نے کہا۔

”بس تو پھر مادام کور و انگلی پر آ مادہ کیا جائے گا۔“

”میں بہت جلد وہ ٹیپ فراہم کر دوں گا۔ لیکن اب تم سے کیسے اور کہاں..... ملاقات ہو سکے گی؟“

”کال..... دس بجے..... صبح..... میں۔“

”ٹھیک ہے۔ میں پہنچ جاؤں گا۔“

اور پھر سنگ ہی اپنے ساتھیوں سمیت اس عمارت سے نکال کیا تھا۔



عمران نے پوری رو دادن لینے کے بعد مکرایا اور سر ہلا کر بولا۔ ”جھوٹ بولنے کے ماہر ہو۔ خیر میں تمہارے لیے ایسا شپ تیار کر دوں گا۔ جس میں فون پر میری اور سر سلطان کی گفتگو ریکارڈ کی گئی ہو۔ لیکن کیا یہ میڈیلینا قابل اعتماد ہو سکتی ہے۔“

”اگر کبھی مجھے ڈبل کراس کرنے کی کوشش کرے گی تو گردن مر وڑوں گا۔“

”ہاں، تم ایسے ہی ہو۔“ عمران اسے غور کے دیکھتا ہوا بولا۔ اور وہ سوچ رہا تھا۔

کیا سنگ، تحریکیا کوئی میں پیچان مکا۔ کچھ بھی ہم خود اسے اس سلسلے میں زبان بند ہی رکھنی چاہیے۔ لیکن جوزف وہ بھی جانتا ہے کہ میڈیلینا حقیقتاً کون ہے۔ کہیں باقی میں باتوں میں سنگ پر یہ راز منکشف نہ کر دے۔

”تم کیا سوچنے لگے؟“ دفعۂ سنگ نے سوال کیا۔

”کچھ بھی نہیں۔ دراصل یہ معاملہ میرے لیے گویا سانپ کے منہ کی چھپھوندر بن گیا ہے۔ میں سوچتا ہوں کہ آخر میں اس میں پڑ کر اپنی مٹی کیوں پلید کروں؟“

”یہ بھی تو سوچو کہ اگر اس میں نہ پڑے تو تمہارا کیا بنتے گا؟ کیا ان حالات میں تم خود کو ظاہر سکتے ہو۔ اور ظاہر کر دینے کے بعد کیا تمہاری حکومت اپنے دوستوں سے منہ موڑ سکے گی۔ دونوں بڑی طاقتوں سے اس کے تعلقات اچھے ہی ہیں۔“

”تو اس کا مطلب ہوا کہ میں اس وقت خلا میں سانس لے رہا ہوں۔“

”مجھے دیکھو! اپنی سرزین چھوڑ دینے کے بعد سے میں خود کو ساری دنیا کا باوشاہ سمجھنے لگا ہوں۔“

”تم بھی کس سے کم ہو، بھتیجے! مر جانے کے بعد بھی تم نے اس شدت سے اپنی زندگی کا ثبوت دیا ہے کہ بڑی طاقتوں کے ایجنسٹ بھی ناج کر رہے گئے ہیں۔“

”تو تم مجھے اپنا ہمسفر ضرور بناؤ گے؟“

”ہاں، بھتیجے! تمھیں بھی اس سلسلے میں میرا ساتھ دینا پڑے گا۔ اس کے بعد تمہارے

بھی عیش ہوں گے۔“

”لیکن میڈیلینا، مجھے پہچانتی ہے اور تم خود ہی بتا چکے ہو کہ وہ میرے خون کی پیاسی ہے.....“

”میک اپ کے ماہر ہو، تم..... اگر تھوڑے سے محتاط بھی رہے تو اس کے فرشتے بھی نہ پہچان سکیں گے۔“

”ہاں، یہ تو ٹھیک ہے۔“ عمران محتاجِ والوں۔ ”اچھی بات ہے تو پھر میں اپنی اور سر سلطان کی گفتگو کا ثیپ تیار کرتا ہوں۔“

”تم میںیں ٹھہرو۔ اس کے انتظامات کر لینے کے بعد میں تمہیں فون والے کمرے میں بلوالوں گا۔“ سنگ نے کہا اور اسے میں چھوڑ کر چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد جوزف کمرے میں داخل ہوا۔ بے حد چاق چوبنڈ نظر آرہا تھا۔ کیونکہ سنگ کی عنایت سے اسے دوبارہ زندگی میں گئی تھی۔ عمران اسے اشارے سے قریب بلایا۔

”کیا بات ہے، باس؟“

”بہت خاص..... اور اسے ہر وقت یا درکھنا۔“

” بتاؤ، باس.....“

عمران نے اسے سنگ اور میڈیلینا کی ملاقات کے بارے میں بتاتے ہوئے کہا۔“

”تم اس سلسلے میں اپنی زبان بالکل بند رکھنا۔“

”میں نہیں سمجھا، باس!“

”اگر کبھی سنگ، میڈیلینا کا ذکر کرے تو تم اسے یہ بتانے نہ بیٹھ جانا کہ وہ کون ہے۔“

”میں غیر ضروری باتیں کرتا ہی نہیں، باس! ایسے تم نے اچھائی ہی کیا ہے کہ مجھے بتا دیا۔“

”اب شاید ہم ایک بار پھر اسی کے ساتھ سفر کریں۔“

”کیا وہ مجھے اور تمھیں شپھچان لے گی؟“

”یہ بعد کی باتیں ہیں اور اس کا انتظام بھی کر لیا جائے گا۔ بس، تم، میڈیلینا کے ساتھ میں محتاط رہنا۔ بس، اب جاؤ۔“

جوزف چلا گیا اور عمران پھر سوچنے لگا کہ اب اسے کیا کرنا ہو گا۔ گئی دنوں سے سر سلطان سے رابطہ منقطع رہا تھا اور اسی خدشے کی بنا پر رہا تھا کہ کہیں وہ پھر کوئی تجویز نہ پیش کر دیں۔ اس کا بھی امکان تھا کہ اس دوران میں کوئی بڑی طاقت حکومت پر اثر انداز ہو گئی ہو۔

جوہری دیر بعد سنگ کے ایک ملازم نے آگر اطلاع دی کہ وہ اسے ٹیلیفون والے کمرے میں بلارہا ہے۔

سر سلطان، عمران کی آواز سنتے ہی بھڑک اٹھے تھے لیکن اس نے بڑی مددیروں سے انہیں قابو میں کیا اور وہ گفتگوری کا رڑکی جس کے لیے یہ کھڑاگ پھیلایا گیا تھا۔

”کیا تم اس طرح کسی پارٹی کو مطمئن کرنا چاہتے ہو؟“ سر سلطان نے پوچھا اور عمران نے اس سوال کا جواب دیئے بغیر رابطہ منقطع کر دیا۔ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ بات اس سے آگے بڑھی تو اسے سب کچھ اگل دینا پڑے گا اور یہ کسی طرح بھی منابع نہ ہوتا۔

سنگ مطمئن تھا کہ وہ میڈیلینا پر مزید اثر انداز ہو سکے گا۔

”آخر تھاری اسکیم کیا ہے؟“ عمران نے اس سے پوچھا۔

”میڈیلینا کے سہارے تھریسیا تک پہنچنے کی کوشش کروں گا۔“

”لیکن مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں۔“ عمران نے کہا۔ ”میں تو اس مرخ تک دوبارہ پہنچنا چاہتا ہوں۔“

”تھریسیا پر قابو پالینے کے بعد سب کچھ ممکن ہو گا۔“

”تم کسی اور چکر میں بھی معلوم ہوتے ہو۔“ اس جھوڑی سی مدد کے عیوض میں تمھیں

اپنے پیٹ میں اتارلوں گا۔ اپنے کام سے کام رکھو۔“

”میرا بھی یہی خیال تھا۔“ عمران نے پنکھے میں کھاڑے

”ایک بار کہہ دیا کہ تمھیں اس جگہ تک پہنچنے میں مددوں گا۔ پھر اس کے علاوہ اور کیا چاہتے ہو؟“

”کچھ بھی نہیں۔ میں نے تو اس کی بھی خواہش ظاہر نہیں کی تھی۔ تم خود ہی کو دکر سامنے آئے ہو، اب مسلسل بروئے کیجے جائے ہو۔“

”تمھیں آرام کی ضرورت ہے۔ جاؤ سوچاؤ۔“

”دشکر یہ.....!“ عمران کا ہجھا چھانبھیں تھا۔ وہ کمرے سے گل کر خوابگاہ کی طرف چل پڑا تھا۔

دروازہ کھولتا سنگ کی ہوتوں میں سے ایک بستر پر دروازہ نظر آئی۔ عمران جہاں تھا۔ وہیں رک گیا۔

وہ ہاتھ ہلا کر بولی۔ ”آؤ..... آؤ، میں سوچ رہی تھی کہ تمہارے علاوہ یہاں اور کوئی ایسا نہیں ہے جس سے میں اس خبیث کے بارے میں کچھ معلوم کر سکوں۔“

”کچھ معلوم کر کے کیا کروں گی؟“ عمران نے کمرے میں داخل ہو کر دروازہ بند کرتے ہوئے کہا۔

”وہ آخر کس مرگٹ کا بھتنا ہے؟“ وہ بستر سے اٹھتی ہوئی بولی۔ اور کرسی پر بیٹھ گئی۔

”یہی معلوم کر کے اس کا کیا بگاڑا لوگی؟“

”کیا تم مجھے اس سے نجات دلا سکو گے؟“

”سوال یہ ہے کہ میں ایسا کیوں کرنے لگا؟“

”یہاں صرف تم ہی اپنے معلوم ہوتے ہو۔“

”تم اس کے چنگل میں پھنسی ہی کویں تھیں؟“

”شہر میں کہیں شراب نہیں مل رہی تھی۔ میں ان کی تلاش میں نکلی تھی جو اس کا غیر قانونی کاروبار کرتے ہیں۔ یہ مل گیا اور اس نے کہا کہ میں اس کے اڑے تک چلوں۔ غرض باولی ہوتی ہے، چلی آئی۔ ایک بفتہ ہو گیا، پیٹ کرنے میں جاسکی۔ میرے گروالے سمجھتے ہوں گے کہ یا تو کسی حادثے کا شکار ہو گئی یا کوئی مجھے لے اڑا۔“

”لیکن یہاں تو مفت کی مل رہی ہے، پھر کیوں بھاگنا چاہتی ہو؟“

”میں کسی قیمت پر بھی شراب خریدنے نکلی تھی۔ اتنی معدود رتوں نہیں ہوں کہ مفت شراب حاصل کرنے کے لیے اس کی ریاستیوں کا شکار ہوتی رہوں۔“

”میں اس سلسلے میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ شرایبی عورتیں مجھے زہرتی ہیں۔“

”کیوں، کیا تم نہیں پیتے؟ بہت پارسا ہو۔“

”میں نے تو آج تک چکھی بھی نہیں۔“

”انتنے ہی شریف ہو تو پھر اس کمینے کے پاس تمہارا کیا کام؟“

”تمہاری ہی طرح میں بھی اس کا قیدی ہوں۔“

”لیکن وہ تمہارے ساتھ قید یوں کا ساپرنا تو تو نہیں کرتا۔“

”اور اتفاق سے میں عورت بھی نہیں ہوں۔“

”اچھا، اگر میں یہیں تمہارے پاس رہ جاؤں تو.....؟“

”میرے بل کھڑا ہو جاؤں گا۔“

”میں نہیں سمجھی.....“

”مرے بل کھڑے ہونے میں سمجھنے کی کیا بات ہے؟ ویسے اب تم چلی ہی جاؤ۔ ورنہ اگر اس نے دیکھ لیا تو میری بھی شامت آجائے گی۔“

”آخر تم بتاتے کیوں نہیں کوہ کون ہے؟“

”اس سے زیادہ نہیں جانتا کہ وہ منشیات کا سماگر ہے۔“

”میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کیا کروں؟“

”کیا تمہارے گھروالے تمہاری اس عادت سے واقف ہیں؟“

”کیوں نہیں..... ہمارے خاندان میں بچوں کے علاوہ سب پیتے ہیں۔“

”کیوں نہیں..... ہمارے خاندان میں بچوں کے علاوہ سب پیتے ہیں۔“

”اور انہوں نے غیر قانونی شراب کی تلاش کی فرمے داری عورتوں پر ڈال دی ہے۔“

”ہمارا اپنا ذاتی مسئلہ ہے۔ تمہیں اس سے کیا؟“

”میرا بھی مسئلہ ہے..... بلکہ پوری قوم کا مسئلہ ہے۔“

”میں کچھ نہیں سننا چاہتی۔“

”تو پھر اس کمرے سے نکل جاؤ۔“

”تم میری تو ہیں کر رہے ہو۔“

”تم نے میری اجازت حاصل کیے بغراں کمرے میں قدم کیوں رکھا؟“

”جاری ہوں۔“ وہ تنقا کرائھی اور کمرے سے نکل گئی۔

عمران بیٹھنے بھی نہیں پایا تھا کہ کسی نے دروازے پر دستک دی۔ ”آ جاؤ۔۔۔“ اس

نے اوپری آواز میں کہا اور جوزف دروازہ کھول کر اندر رواخی ہوا۔

”کچھ ضروری باقیں کرنی ہیں، بس!“



عمران نے کرسی کی طرف اشارہ کیا اور خود ستر پر بیٹھ کر اسے سوالیہ نظر وں سے دیکھنے لگا۔

”میں الجھن میں ہوا، باس!“

”کس الجھن میں.....؟“

”آخر ہم یہاں سنگ ہی کے ساتھ گیوں ہیں؟“

”کیوں، کیا تو یہاں مرنے نہیں کر رہا؟“

”وہ تو ٹھیک ہے، باس! لیکن اس آدمی کا کوئی اعتبار نہیں۔ یہ بچ مج تمھیں کسی نے ہاتھ فروخت کر دے گا۔“

”کیا کسی خاص بات پر تیری نظر پڑی ہے؟“

”کچھ دیر پہلے میں نے ایک سفید فام آدمی کو یہاں سے نکلتے دیکھا ہے۔“

”یہ کوئی ایسی خاص بات نہیں۔ ہو سکتا ہے وہ بھی اس کے ساتھ گیوں میں سے ہو۔“

”تو پھر میری کھوپڑی کہ وہ رگ کیوں پھڑک رہی ہے، جس کا تعلق خطرات کی آگاہی سے ہے۔“

”اس لیے کہ تو اسے اچھا آدمی نہیں سمجھتا۔“

”ویکھو، باس! اس معاملے میں مجھ سے بحث نہ کرو۔ میں جنگل کا آدمی ہوں۔“

”اس وقت جا کر سو جا۔ صحیح کو اس مسئلے پر غور کریں گے۔“

”اور اگر سوتے میں کچھ ہو گیا تو.....؟“

”تیرا مقدر.....“ عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”چل بھاگ، مجھے نیند آ رہی ہے۔“

”تم جانو، باس..... میں تو تمہارے ہی لیے پریشان ہو رہا ہوں۔“ جوزف اٹھتا ہوا بولا۔

اس کے چلے جانے پر عمران نے دروازہ بولٹ کر دیا تھا۔ جوزف کو اس نے بھگا تو دیا

تحالیکن خود بھی الجھن میں تھا کہ اب کس قسم کا کھیل شروع ہونے والا ہے۔ کیا اس نے سنگ کے لیے اپنی اور سلطان کی گفتگو کا شیپ فراہم کر کے غلطی کی ہے؟ اس طرح تو اس نے گویا تصدیق کر دی تھی کہ اس کی حکومت اسے مردہ تصور نہیں کرتی۔ اس کا سر سلطان سے رابطہ قائم ہے۔ اب اگر سنگ چاہے تو اسے بلیک میل بھی کر سکات ہے۔ لیکن کس سلطے میں بلیک میل کرے گا..... اوہ! جہنم میں جائے۔ دیکھا جائے گا۔ اس نے آنکھیں بند کر لیں اور فرما کی دیر میں ہو گیا۔

دوسری صبح سنگ نائب تھا ناشتے کی میز پر اس کے چینی ملازم نے بتایا کہ وہ نصب شب کے بعد ہی کہیں چلا گیا تھا۔

ناشتر کی میز پر جوزف بھی اس کے ساتھ ہی تھا۔ اس نے معنی خیز نظر وہیں سے عمران کی طرف دیکھا۔

عمران کچھ نہ بولا۔ ناشتر ختم ہو جانے پر چینی ملازم وہاں سے چلا گیا۔

”تم نے دیکھا، باس!“

”میجاخذ کرنے میں جلد مت کرو۔“

”مجھے کیا.....؟“ جوزف نے لاپرواہی کے انداز میں شانوں کو جنبش دے کر کہا۔

”جہاں تم، وہاں میں۔“

”تو بہت زیادہ دوراندیش ہو گیا ہے۔“

”صرف تھارے لیے، باس اُ مجھے اپنی پرواہ نہیں ہے۔“

”میری بھی بہت زیادہ فکر نہ کیا کر۔“

”بلیں، اسی سے خوف کھاتا ہوں کہ کہیں تھانہ رہ جاؤں۔“

”اس کے بعد تجھے یہ پہاڑی زندگی تھا کاٹنی پڑے گی۔“

”بھی سمجھ لو، باس!“

”اے چپ۔“ عمران نے کہا۔





سنگ نے گارڈوں کی قیامگاہ پہنچ کر کال بیل کا بن دیا ہی تھا کہ دروازہ کھل گیا اور میڈیلینا کی آواز آئی۔ ”کم ان، پلیز..... مسٹر سنگ!“

”کیا تھا اور وہ آدمی اب بھی نہیں موجود ہے۔ جس کے تو سطے سے تم تک میری رسائی ہوئی تھی۔“ سنگ نے اندر قدم رکھتے ہی پوچھا۔

”اس کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔“ میڈیلینا بولی۔ ”اے بھائی رانت ہی یہاں سے ہشادیا گیا تھا۔“

”میں اس گفتگو کا شیپ لایا ہوں۔“

”میں اسے سنوں گی۔ عمران بے حد مکار آدمی ہے۔“

”اس میں کیا مکاری کر سکتا ہے؟“

”اس کے بارے میں کچھ بھی نہیں کہا جا سکتا۔ یہ ما دام کا قول ہے۔“

”میرا بھی یہی خیال ہے لیکن اس شیپ میں ذرہ برا بر بھی شبیہ کی گنجائش نہیں ہے۔“

سنگ نے کیسٹ اس کے حوالے کر دیا۔ میڈیلینا اسے اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کر کے آگے بڑھ گئی۔

سنگ بڑے سختاط اندماز میں اسے کے پیچھے چل پڑا تھا اور بڑے پیارے اس کی دلکش چال کا جائزہ بھی لے رہا تھا۔ وہ بھی پتا نہیں کیوں اس وقت کچھ زیادہ ہی لپک رہی تھی۔

کمرے میں پہنچ کر وہ رکی اور بولی۔ ”میں اسے باقاعدہ ٹھٹ کروں گی۔“

”ٹھیک ہے، ضرور کرو۔“ وہ نہ کر بولا۔ ”سنگ ہی پر بھی اعتناء نہیں کیا جا سکتا۔“

”وہ اور وہ چار والی بات ٹھیک ہوتی ہے، مسٹر سنگ ہی!“

اس نے کیسٹ ایک شیپ ریکارڈ میں لگایا اور اس کا سونج آن کر دیا۔ کچھ عجیب سی وضع کا شیپ ریکارڈ رکھا، جس کا ایک تار کمپیوٹر قسم کی ایک مشین سے بھی منسلک تھا۔

ریکارڈ میں پیٹ چل رہا تھا لیکن آوازیں نہیں سنائی دیتی تھیں البتہ کمپیوٹر حرکت میں آگیا تھا، جس کی آواز کمرے کی محدود فضائیں گونج رہی تھی۔

حوزی دیر بعد کمپیوٹر سے کسی قدر مختلف سی آوازنگی اور اس سے ایک کارڈ برآمد ہوا۔ میڈیلینا نے آگے بڑھ کر کارڈ اٹھالیا اور اسے بغور دیکھتی رہنے کے بعد یوں۔

ٹھیک ہے۔ عمران ہی کی آواز ہے۔

”ویکھو، تم نے خلوصی سے تعاون کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ اس لیے میں تمھیں فریب دے ہی نہیں سکتا۔“ سنگ نے نمبر لبرولاہ کا ٹکٹا پکڑا۔
”یہ بہت اچھا ہوا، اب مادام کو یقین آجائے گا۔“
”اب تم مجھے اپنا پروگرام بتاؤ۔“

”دو گھنٹے بعد یہیں کے نمبر پر مجھے رنگ کرنا۔ فون نمبر لکھ لو۔“ سنگ نے نمبر نوٹ کیے اور مزید کچھ کہے بغیر وہاں سے روانہ ہو گیا تھا۔ نہ جانے کیوں اس وقت وہ اس عورت کے بارے میں کسی قدر انجمن میں بتتا ہو گیا تھا۔ عجیب سی خلش تھی جسے وہ کوئی نام نہ دے سکا۔

انپی قیامگاہ پر واپس پہنچ کر سب سے پہلے عمران ہی سے ملا۔ عمران اس کمرے میں تھا، جہاں جنوں امریکہ کے متعدد نقشے دیواروں پر لٹکے ہوئے تھے۔

”اوہو..... تم یہاں ہو؟“ سنگ نے حیرت سے کہا۔

”تمھیں اس پر حیرت کیوں ہے؟“

”حیرت.....“ سنگ نہ کر بولا۔ ”حیرت کیوں ہوتی، بھلا؟“

”انپی بات کرو۔ کس مرحلے میں ہو؟“

”وہ شیپ لے گئی ہے۔ دو گھنٹے بعد اپنے پروگرام سے آگاہ کرے گی۔“

”آخر یہ عورت میڈیلینا کس قدر باتفاقیار ہے؟“

”تمہری سیا کی چیف آف پرنس اسٹاف کو جیسی ہونا چاہیے۔ ولیسی ہی ہے اور میں کیا

بتابوں؟“ وہ سکاری لے کر رہ گیا اور عمران اسے مضمون انداز میں دیکھنے لگا۔

”اس طرح مت دیکھو، پیارے!“ سنگ مسکرا کر بولا۔ ”اتنی دلکش سیاہ فام عورت آج تک میری نظر سے نہیں گزری۔“

عمران ایک بار پھر سوچنے لگا۔ کیا اسے آگاہ کر دے کہ وہ تھریسیا کے چکر میں برہ راست پڑ گیا ہے۔

”میں نے محسوں کیا ہے۔“ سنگ بولا۔ ”اس کے ذکر پر تم کسی قسم کی تشویش میں بنتا ہو جاتے ہو؟“

”کیا مجھے نہ ہونا چاہیے۔ جب کہ تم صبا بھی ایک بار، ایک ایسی سیاہ فام عورت کے چکر میں پڑ چکے ہو، جو حقیقتہ تھریسیا تھی۔“

”مجھے یاد ہے لیکن وہ تھریسیا نہیں ہے۔“

”تم کس طرح کہہ سکتے ہو؟“

”کیا تم مجھے یوں ڈا سمجھتے ہو؟“

”چچا سمجھتا ہوں۔“ عمران مسکرا بولا۔

وہ سوچ رہا تھا کہ یہ ساری دنیا میں ہوشیار ترین آدمی مشہور ہے اور چونکہ اسے اس سیاہ فام عورت کی کوئی بات متاثر کر گئی ہے۔ اس لیے وہ اس کے سلسلے میں ایسی احتفاظہ باقیں کر رہا ہے۔ اچھا چچا سلمہ، تم بھی کیا یاد کرو گے۔ میں اب اپنی زبان بند ہی رکھوں گا۔

”تم ان نقشوں میں کیا دیکھ رہے تھے؟“ سنگ نے موضوع بدل دیا۔

”یہی کہ شاید گدھی کے بچے والے نقشے میں پیر و کا بھی کچھ حصہ شامل تھا اور اب جب کہ تم نے ایکوٹیوز کا حوالہ دیا ہے تو اپر ان نقشہ ایک بار پھر ذہن میں چمک اٹھا ہے اور مجھے یقین ہو گیا ہے کہ ہماری پہلی منزل ایکوٹیوز ہی ہے۔“

”اگر ایکوٹیوز ہی منزل ہے تو تم اپنے چچا کی شہنشاہیت بھی دیکھ لو گے۔“

”کیا مطلب.....؟“

”پورٹ کا بادشاہ کھلاتا ہوں۔“

عمران کچھ نہ بولا۔ وہ پھر ایک نقشے کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔

میڈیلینا سے ملاقات کے ٹھیک دو گھنٹے بعد سنگ نے گارڈو اوابے مکان کے فون نمبر ڈائل کیے۔ فوراً ہی کال ریسیو کی گئی تھی اور دوسرا طرف سے میڈیلینا ہی آواز آئی تھی۔

”بات بن گئی ہے۔“ اس نے کہا۔ ”اب شاید جلد ہی یہاں سے روانگی ہو جائے۔ ویسے کیا تم میرے لیے بھی ایک کام کر سکوں گے؟“

” بتاؤ، کیا کام ہے، شاید کرہی سکوں؟“ سنگ نے بڑے خلوص سے کہا۔

” عمران کو تلاش کر دو۔ یہ میرا ذاتی کام ہے۔ اس کے عیوض جو بھی چاہو گے، مجھے اس سے انکار نہ ہو گا۔“

سنگ نے چاروں طرف نظر دوڑائی۔ اس وقت کمرے میں اس کے علاوہ اور کوئی موجود نہیں تھا۔

” اسے تلاش کرنا پڑے گا۔ کچھ دنوں پہلے وہ میری نظر میں تھا لیکن اب اس کا سارغ کھو چکا ہوں۔“

” تین دن کے اندر اندر اگر یہ کام ہو جائے تو کیا کہنے؟“ میڈیلینا نے کہا۔

” اس سلسلے میں کوئی وعدہ نہیں کر سکتا۔ ویسے یہ بھی ممکن ہے کہ اب وہ خود میری تاک میں ہو لیکن یقین کرو کہ میں تمھارے اس ذاتی کام کے سلسلے میں ضرور کوشش کروں گا۔ ہاں، تو پھر اب تم سے ملاقات کی کیا صورت ہو گی؟“

” میں یہیں گارڈو کے مکان میں قیام کروں گی۔ جب چاہو، ملاقات کر سکتے ہو۔ لیکن مقامی پولیس کو پیچھے نہ لگانا۔“

” سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ ان حقیر کیڑوں کی کیا حقیقت ہے..... پتا نہیں، کب

سے بیہاں مقیم ہوں۔“

”تم نے کس جگہ اسکا سارا غم کھوایا تھا۔“ میڈیلینا نے سوال کیا۔

سنگ کی پیشائی پر سلوٹیں پڑ گئیں اور اس نے کہا۔ ”تین دن پہلے کی بات ہے، کیلی گراہم کے ساتھ مقیم تھا۔ پھر وہاں کچھ گڑ بڑھ گئی اور وہاں سے غائب ہو گیا۔“

”کیا گڑ بڑھی ہوئی تھی؟“

”یہ تو مجھے نہیں معلوم۔ شاید کسی پارٹی نے عمران پر باتحذف لئے کی کوشش کی لرزتی لکیریں لیکن وہ اس کے قابو میں نہیں آیا تھا۔ شاید فائزگن بھی ہوئی تھی۔“

”بہرحال، اگر وہ تین دن تک نہ ملا تو پھر ہم بیہاں سے روانہ ہو جائیں گے۔“

”کہا.....؟“

”محضتوں ایک یوٹیوزر ہی جانا پڑے گا۔“

”تو پھر کیا پروگرام رہے گا؟“

”میں تمھیں بتاؤں گی۔ بس اب تم عمران کی تلاش شروع کر دو۔“ میڈیلینا کی آواز آئی اور رابطہ بھی منقطع ہو گیا۔ سنگ نے براسامنہ بنانا کر ایک گندی سی گالی دی اور رسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

وہ بہت زیادہ منتظر نظر آنے لگا تھا۔ شاید سوچ رہا تھا کہ عمران کے سلسلے میں اسے کیا کرنا چاہیئے۔ ٹھیک اسی وقت عمران بھی اس کمرے میں داخل ہوا اور سنگ اس طرح چونک پڑا جیسے چوری کرتے ہوئے پکڑا گیا ہو۔ عجیب کھیلانی سی ہنسی کے ساتھ بولا۔ ”تین دن بعد وہ بیہاں سے سے روانہ ہو جائیں گے۔“

”کہا؟“

”ایک یوٹیوز.....“

”بیہاں کے تم بادشاہ ہو۔“

”کیوں فضول بکواس کر رہے ہو؟“ سنگ جھنجھلا کر بولا۔

”ہائیں.....ہائی.....مطلب؟“

”غیر ضروری باتیں بہت کرتے ہو۔“

”میرا خیال ہے کہ اس نے کوئی شرط اور لگائی ہے۔“

سنگ کچھ نہ بولا۔ خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔

”کہہ دو کچھ بھی کہنا ہے تم مجھے اپنی طرح جانتے ہو۔“ عمران نے چھوڑی دیر بعد کہا۔

”اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہنا چاہتا کہ دھباڑہ گم ہو جاؤ۔“
”میں سمجھ رہا ہوں کہ اس کی دوسری شرط کیا ہو سکتی ہے۔“

”جتنی جلد ممکن ہو..... نکل جاؤ، یہاں سے اور مجھے قطعی علم نہ ہونا چاہئے کہ تم کہاں ہو؟“

”میں بھی یہی سوچ رہا تھا لیکن اس عورت سے ہوشیار رہنا۔“

”تم اس کی فکر نہ کرو۔“

”ایک بار پھر آگاہ کر دوں کہ وہ خود ہی تھریسا بھی ہو سکتی ہے۔“

”اگر ایسا ہوا تو میری تقدیر کھل جائے گی۔“

”ہو سکتا ہے اب ہماری ملاقات ایکوئیورز ہی میں ہو۔“ عمران نے کہا۔

”لیکن یہ بھی سن لو کہ وہاں بھی تمہارا دشمن ہی ہوں گا۔ مجھے سے دور ہی دور رہنا۔“

”ہم ہمیشہ وقتی طور پر دوست بنتے ہیں اور وہیں کی طرح جدا ہو جاتے ہیں۔ کوئی خاص بات نہیں ہے..... اور ہاں، تم بھی میرے یہاں سے رخصت ہونےے بعد ایک گھنٹے کے اندر اندر یہ جگہ چھوڑ دینا..... میں چاہتا ہوں کہ تم بھی میرے لیے گمشدہ ہی رہو۔“ عمران نے کہا اور کمرے سے نکل آیا۔ وہ سوچ رہا تھا ہو سکتا ہے تھریسا نے سنگ کی نگرانی شروع کر دی ہو۔ لہذا یہاں سے نکلنے میں بہت احتیاط

مرتني پڑے گی۔





اخبارات میں آج اس شہر تھی کے علاوہ اور کوئی خاص خبر نہیں تھی کہ نیو یارک کے
تین اسکالی اسکرپٹر زیرت نگیز طور پر زمین بوس ہو گئے اور ساتھ ہی زیرولینڈ کے
پراسرار برادا کائنگ سروس سے یہ دھمکی بھی نشر ہوئی ہے کہ اگر ان سال کے بحث کا
دوام حصہ امریکہ نے زیرولینڈ کے حوالے نہ کیا تو خلاف میں تباہ ہو جانے والی اسکالی
لیب کے مکلوے مزید تباہی پھلامیں گے۔ زیرولینڈ کے ریڈ یونیورسٹی بھی کیا ہے
کہ اسکالی لیب کے مکلوں کو خلاف میں رونکے بھی رکھا جاسکتا ہے اور حسب نشاء
انہیں دنیا کے دوسرے مقامات پر بھی تباہی پھیلانے کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے
اور حسب نشاء انہیں دنیا کے دوسرے مقامات پر بھی تباہی پھیلانے کے لیے
استعمال کیا جاسکتا ہے۔

ساری دنیا ایک بار پھر ہیجان کا شکار ہو گئی تھی اور بڑے ملکوں کے ریڈ یونیورسٹیں اس
سلسلے میں خاص بلیٹن نشر کر رہے تھے اور اس بات کی سفارش خاص طور پر کی جا رہی
تھی کہ اس خطرناک تنظیم کے خاتمے کے لیے کم از کم وقتی طور ہی پر بڑی طاقتیں کو متعدد
ہو جانا چاہیے۔

عمران نے یہ خبر مانا اوز میں پڑھی تھی۔ وہ تنہ انہیں تھا۔ اس کے ساتھ جوزف بھی تھا۔
دونوں ہی میک اپ میں تھے اور اسی میک اپ میں انہوں نے مانا اوز تک کا سفر کیا
تھا۔ جوزف اس شہر کو دیکھ کر تحسیر تھا۔ اس ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے یہ شہر زمین سے اگا
ہو، یا دریائے میزون میں بہتا بہتا اس جگہ کنارے سے آ لگا ہو۔

”باس! یہ کیا شہر ہے؟“ اس نے عمر زن سے کہا۔ ”نیہاں کہیں سے کوئی ریلوے
لائی آئی ہے نہ سڑک!“

”اس کے باوجود بھی یہ اتنا آباد ہے اور ساری دنیا سے اس کا رابطہ ہے۔ بھری اور
ہوائی جہاز ہی نیہاں تک پہنچ سکتے ہیں۔“

”لیکن تم یہاں کیوں آئے ہو؟ تمھیں تو ایکویٹور جانا تھا؟“

”میرے لیے یہی آسان ترین راستہ ہے۔“ عمران نے جواب دیا۔

”لیکن ایکویٹور، برازیل میں تو نہیں ہے، بس؟“

”پیر و کی ایک بندگاہ ہے۔“

”اور میرا خیال ہے کہ یہاں سے فاصلہ بھی بہت ہے۔“

”ہزاروں کلومیٹر زمین کی بات ہے لیکن ہم یہاں سے پورا سفر دریائی راستے سے نہیں کریں گے۔ یہاں سے طیارے کے فریبے سرحدی شہر بن جامن کا نشیٹ تک پہنچیں گے اور وہاں سے بقیہ سفر دریاؤں میں ہو گا۔“

”اتھے چکر کی کیا ضرورت تھی؟ سیدھے ایکویٹور ہی چلے چلتے۔“

”جنگلوں میں داخل ہونے سے پہلے میں انہیں سمجھنا چاہتا ہوں۔“

”تم جانو، بس! میں تو حکم کا بندہ ہوں۔“

”ایک بات اور ابھی ہے۔ شاید سنگ بھی ایکویٹور تک پہنچنے کے لیے یہی راستہ اختیار کرے۔“

”لیکن تمھیں یقین نہیں ہے۔“

”فی الحال، میں صرف امکانات کو دیکھ رہا ہوں۔“

”آخر اچانک تم دونوں کے درمیان یہ بے لطفی کیسے پیدا ہو گئی تھی؟“

”اس نے خود ہی مجھے مشورہ دیا تھا کہ میں کچھ دونوں کے لیے پھر گمشدہ بن جاؤں۔“

عمران نے کہا اور میڈیلینا کی کہانی سنانے لگا۔

”تو وہ سور کی بھی ابھی تک تم پر ادھار کھائے بیٹھی ہے۔“ جوزف نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ ”تو سنگ ہی بھی جانتا ہے کہ وہ تحریریا ہی ہے۔“

”نہیں وہ، اسے پہچان نہیں سکا!“

”اور تم نے بھی اسے نہیں بتا، باس؟“

”میں نے اسے بتانے کی کوشش کی تھی۔ یعنی شبہ ظاہر کیا تھا کہ کہیں خود تحریکیا ہی نہ ہو لیکن اس نے مجھ سے اتفاق نہیں کیا۔“

”تب تو ضرور مارا جائے گا۔“ جوزف خوش ہو کر بولا۔

عمران خاموش ہی رہا۔ وہ مانا اوز کے ماچو پکو ہوٹل میں ٹھہرے تھے۔۔۔ اور عمران بھی جوزف ہی کی لسل کا لالتا تھا۔ یہاں سے بے شمار سیاہ فام لوگ تھے اور وہ بھی انہیں کی بھیڑ میں ٹم ہو کر رہے تھے۔ لیکن جوزف کو اس کی فکر کھانے جا رہی تھی کہ عمران اب جو کچھ کر رہا گا کہ اس کی اوعیت سرکاری نہیں تھی۔ لہذا اخراجات کہاں سے اور کس طرح پورے ہوں گے؟ عمران سے بھی آخر کار پوچھا ہی بیٹھا۔

اور عمران ایک زور دار قہقہہ لگا کر بولا۔ ”اس طرح میری ایک بہت بڑی خواہش پوری ہونے والی ہے۔“

”میں نہیں سمجھا، باس!“

”بچپن ہی سے مجھے بھیک مانگنے کا شوق ہے لیکن میں اپنے ملک میں یہ شوق پورا نہیں کر سکا۔ یہاں اڑائی کروں گا۔“

”ارے نہیں، باس!“ جوزف نے دانت نکال دیئے۔

”پھر کیا صورت ہوگی۔۔۔ اب یہ جو کھڑکیں ڈال ریویو کا کمرہ لے رکھا ہے۔۔۔ کھانا پینا اور ترجمہ کیا یوں تعلیمیں۔۔۔ یہ سب آخر کہاں سے نکلے گا؟“

”اگر یہ بات ہے، باس!“ جوزف نے سنجیدگی سے کہا۔ ”تو پھر میں خود بھیک مانگ لوں گا۔ تمھیں تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔“

”اچھا، خاموش بیٹھو، یہ تیرا مسئلہ نہیں ہے۔“

”نہیں، باس! میں اس سلسلے میں بہت پریشان ہوں۔“

”خاموش۔۔۔ دیکھو، وہ لڑکی مجھے غور سے دیکھ رہی ہے۔“ عمران نے کہا اور خود بھی

اس لڑکی کی جانب متوجہ ہو گیا، جولا و نج میں داخل ہو کر زینوں کے قریب ہی رک گئی تھی۔ پھر آگے بڑھی اور سیدھی عمران ہی کی طرف آئی۔

”مسٹر ڈھمپ.....؟“ اس نے سوالیہ انداز میں کہا۔
”ہاں..... اور یہ لا دافنگا.....“ عمران نے جوزف کی طرف دیکھ کر کہا۔

”میں نگیلا ہوں۔“ اس نے عمران سے مصالحت کرتے ہوئے کہا اور پھر جوزف کی طرف ہاتھ بڑھ دیا۔

جوزف حیرت سے منہ کھولے کھڑا تھا۔ نگیلا نے عمران سے پوچھا، ”کیا ہم نہیں گفتگو کریں گے؟“

”نہیں، کمرے میں چلو۔“ عمران نے کہا اور دوسرا طرف مڑ گیا۔ اس نے جوزف کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا تھا۔

وہ کمرے میں پہنچ اور عمران نے نگیلا سے بیٹھنے کو کہا۔ نگیلا، جوزف کی طرف دیکھے جا رہی تھی۔

”کوئی بات نہیں ہے۔ اس کی کی موجودگی میں بھی ہر قسم کی گفتگو ہو سکتی ہے۔“
اس نے اپنا بینڈ بیگ کھولا اور کرنی نوٹوں کی تین گلڈیاں نکال کر عمران کی طرف بڑھا دیں۔

جوزف کا حیرت سے کھلا ہوا منہ جھٹکے کے ساتھ بند ہو گیا۔ اور اس نے اتنی بختی سے جبڑے بھینچ کر گالوں کے غصلات ابھر آئے۔

عمران نے گلڈیاں لے کر میز کی دراز میں ڈال دیں اور نگیلا سے پوچھا۔ اس آدمی کے بارے میں کیا خبر ہے؟“

”آج رات کو کسی وقت اطلاع مل جائے گی۔“

”میں نہیں رہوں گا۔ تم جس وقت چاہو، مجھ سے رابطہ قائم کر سکتی ہو۔“

”بہت بہتر.....“ وہ اٹھتی ہوئی بولی اور دروازہ کھول کر باہر نکل گئی۔..... عمران بیٹھا

ہی رہا تھا۔

کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد جوزف بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ”کیا یہ بھیک ملی ہے۔ باس؟“

”اب میں کیا کروں کہ وطن سے اتنی دور رہ کر بھی میں اپنی یہ خواہش پوری نہ کر سکا۔“

”تم کبھی میری سمجھ میں نہیں آؤ گے، باس!“
”لڑ کی کیسی تھی؟“

”میں کیا جانوں.....؟“
”اپنے معیار کو مد نظر رکھ کر بتا کہ لتنی حسین تھی؟“

”اب وہ آنکھیں ہی نہیں رہیں، باس..... بس، لڑ کی تھی۔ کیسی تھی، میں نہیں بتاسکوں گا..... لیکن تمھیں کسی کے حسن سے کیا سروکار؟ بڑی نئی نئی باتیں کر رہے ہو، باس!“
”آب وہ او بدل گئی ہے۔“

”اس قصے کو ختم کرو۔ یہ بتاؤ..... کیا باس، ہم ہی دونوں سفر کریں گے؟“
”سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ ابھی تو مجھے ان پارٹیوں کو دیکھنا ہے کہ کون کدھر کا رخ کرتی ہے۔“

”میری تو سمجھ میں نہیں آتا کہ تم کیا کر سکو گے، باس؟“
عمران کچھ نہ بولا۔ ویسے جوزف نے فوراً ہی محسوس کر لیا کہ شاید اسے اس کا یہ جملہ جلدی سے بولا۔ ”میرا مطلب تھا، باس! کہ پہلے بھی جب کبھی ہم کسی مہم پر نکلے ہیں لوئتھے۔ بے سرو سامانی کے عالم میں کبھی نہیں نکلے..... اور یہ تو بہت بڑا معاملہ ہے۔ اتنا بڑا کہ بڑی طاقتی اس میں دچپی لے رہی ہیں۔“

”میں سمجھتا ہوں تو کیا کہنا چاہتا ہے لیکن پہلے بھی ایسے حالات سے دوچار نہیں ہونا پڑا بھلا۔ کبھی اس طرح مر جانے کا اتفاق بھی ہوا تھا۔ لہذا ہمیں اس کا ثبوت دینا ہو۔“

گا کہ ہم زندہ نہیں ہیں۔“

”میں معافی چاہتا ہوں، بس! بھلا مجھے اس سے کیا سروکار کہ تم کس طرح کام کرتے ہو مجھے تو صرف تمہارے حکم کی تعینات کرنی چاہئے۔“

”اسی لیے میں صرف تجھے ساتھ لایا ہوں۔“

”اور میں خواہ مخواہ تمھیں بدول کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہوں۔“

”نہیں، ایسی کوئی بات نہیں ہے۔“

”میں سوچ رہا تھا کہ یہاں ہوٹل میں بیٹھ کر ہم حالات سے کس طرح باخبر رہ سکیں گے۔“ جوزف نے پتھر لے چکیں کہا۔

”ٹھیک ہے۔“ عمران نے سر ہلا دیا۔ ”میں باہر نکلنا چاہئے۔“

لیکن وہ کمرے سے نکل کر وہ لاڈنچ تک آئے اور وہیں بیٹھ گئے۔ دراصل عمران ابھی تک راہ عمل کا تعین نہیں کر سکتا تھا۔ اپنے ملک سے باہر نکل آنا اس کے لیے کوئی بڑی بات نہیں تھی۔ کسی مجبوری کے تحت وہاں اتنے دنوں نہیں رکا رہا تھا۔ اصل مسئلہ یہ تھا کہ کس سے مل کر کام کیا جائے۔ لیکن ہر طرف کی نیتوں میں کھوٹ ہی کھوٹ نظر آیا تھا۔ اس لیے اس نے ہین الاقوامی کانفرنس کی تجویز پیش کی ہی یا کم از کم وہ چار ممالک تو اکٹھا ہوئی جاتے جن کے ذمہ دار افراد کو تحریریا نے اپنے ”مرنچ“ کی سیر کرائی تھی۔ لیکن اس کی یہ تجویز بھی دام تزویر کا شکار ہو گئی تھی اور پھر سنگ ہی سے ملاقات ہو گئی تھی، جس کی وہاں موجودگی کا وہ تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ پھر جس طرح اس سے گلو خلاصی ہوئی تھی۔ اس کا تقاضا یہی تھا کہ جلد از جلد وہ ملک سے نکل کھڑا ہوتا۔

”یہاں بیٹھنے سے کیا فائدہ، بس؟“ دفعہ جوزف نے کہا اور عمران چونکر چاروں طرف دیکھنے لگا۔ یہاں لاڈنچ میں تین چار بڑے بیٹھے اونگھرے تھے۔

اچانک ان میں سے ایک کو کھانسی آئی اور اس کے قریب بیٹھا ہوا دوسرا بڑا بھی

چونک پڑا۔

”ارے بھائی، سناتم نے؟“ کہانے والے نے کھانیوں پر قابو پا کر دوسرا سے کہا۔

”یہ خوب ہوائی چھوڑی ہے جسی نے، کہ زیرولینڈ والوں کا ”مرٹن“، برازیل میں کہیں ہے۔“

”ہو سکتا ہے۔“ دوسرا نے سر ہلا کر کہا۔ قطعی نہیں ہو سکتا۔ لیکن ایسا ہوتا وہ لوگ سب سے پہلے ہماری حکومت پر دباؤ ڈالتے.....“

”پھر اس افواہ کا مقصد کیا ہو سکتا ہے؟“ دوسرا نے پوچھا۔

”اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے کہ یہی طاقتیں اسی بھانے یہاں اپنے اڑے قائم کرنا چاہتی ہیں۔“

”تو پھر یہ زیرولینڈ والے کہاں سے اس قسم کی تباہی پھیلائی رہے ہیں؟“

”بالکل ڈھونگ ہے۔“ پہلے بوڑھے نے کہا۔ ”یہ سب روس کی شرارت ہے۔ امریکہ کو اس طرح نقصان پہنچا رہا ہے۔ زیرولینڈ کا ہوا اسی کا کھڑا کیا ہوا ہے۔ اسے لکھلو۔ آخر میں یہی معلوم ہو گا۔“

”بات قرین قیاس ہے۔“ دوسرا بولا۔

”میں نے عملی سیاست میں کبھی حصہ نہیں لیا۔ لیکن بین الاقوامی سیاست پر میری گہری نظر ہے۔“

”ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔“ دوسرا جو اپنی غنو دگی کے فارت ہونے پر کچھ اکھڑا سانظر آ رہا تھا، سر ہلا کر بولا۔

”بہر حال، ہماری حکومت کو چاہئے کہ اب یہاں غیر ملکیوں کے داخلے پر پابندی لگا دے۔“

”ولیکن اس سے ہماری تجارت متاثر ہوگی۔“ وصرا نے کہا۔

”ہاں، اسے بھی دیکھا پڑے گا۔“ وصرا اس سے متفق ہو گیا۔

عمران نے جوزف کی طرف دیکھ کر بائیں آنکھ دبائی اور اٹھ گیا اور وہ دونوں زینے طے کر کے چھلی منزل پر آئے۔

جگہ جگہ لوگ اسی مسئلے پر گفتگو کرتے نظر آئے۔

”کیوں نہ شہر میں دیکھ لیں، باس!“ جوزف نے کہا۔

”اسی لیے اٹھا تھا۔“ عمران بولا۔

وہ ایک بس میں بیٹھ گئے لیکن انہیں قطعی نہیں معلوم تھا کہ جانا کہاں ہے۔ ”عمران نے جوزف سے کہا۔“ جہاں ول چاہے گا، اتر جامیں گے..... اور پھر ہوٹل کا نام بتا کر نہیں واپس بھی آسکتے ہیں۔“

”اور کیا، باس! جب جگہ جانی بوجھی نہ ہو تو یہی کیا کرتے ہیں۔“

ایک بھرے پھرے بازار میں وہ بس سے اتر گئے۔ یہاں بھی وہی چرچے تھے۔

لوگوں میں خاص سر آئی گی پائی جاتی تھی۔ ایک جگہ ایک مسخرہ مجمع لگائے چیخ رہا تھا۔

سنو، لوگو! اگر امریکہ نے زیر ولینڈ والوں کو خراج ادا نہ کیا تو جانتے ہو، کیا ہو گا؟ سوچو

غور کرو..... نہیں سمجھ میں آتا..... اچا تو سنو، میں بتاتا ہوں۔ آسمان سے بیٹر کی

بوتلیں بر سیں گی۔“

لوگوں نے تیقہ لگائے۔ جوزف بھی ہنسنے لگا اور عمران نے اسے آگے بڑھاتے

ہوئے کہا۔ ”کہیں رکنے کی ضرورت نہیں ہے..... اور میں تو اب سوچ رہا ہوں کہ

ہمیں، ماٹا اوز میں رکنا ہی نہ چاہیے لیکن چونکہ کل مجھے یہاں ایک آدمی سے ملا ہے

اس لیے رات تو گزارن یہی پڑے گی۔ ویسے یہاں کے حالات بہتر نظر نہیں

آتے۔“

”میں نہیں سمجھا، باس!“

”کسی وقت بھی کوئی ایسا واقعہ ہو سکتا ہے کہ ہم دشواری میں پڑ جائیں۔ یعنی یہاں سے آگے ہی نہ بڑھ سکیں۔“

”وہ واقعہ تھا ری دانست میں کسی تم کا ہو سکتا ہے؟“

”مانا اوز سے کہیں اور جانے والوں کی چینگ شروع ہو سکتی ہے۔“

”اور ہمیں ہر حال میں آگے جان ہے۔“

”وکل ہی اس شخص نے ملاقات کے بعد بجا کن کا شیخ فلامی کر جائیں گے۔“

”اگر اس سے پہلے ہی کو بیانات پر گفتگو کرو۔“

”دیکھا جائے گا۔ ذہن کو زیادہ خدا جھاؤ۔“ عمران نے کہا اور دفعہ چلتے چلتے رک گیا۔

”کیا بات ہے، باس؟“

”اڈھر دیکھو.....“ عمران نے سر کی جنپش سے بائیں جانب اشارہ کیا۔

”اوہ..... بس!“ جوزف آہستہ سے بولا۔ ”یو پی ان ہے۔“

”تم نے ٹھیک پہچانا۔ یہ وہی ہے۔“

پی سن، سنگ ہی کے ان ملازمین میں سے تھا۔ جن سے کچھ ہی دنوں پہلے ان کا سابق مرد چکا تھا۔

”یہ کہاں کیا کر رہا ہے؟“ جوزف بولا۔

”اس کی فکر نہ کرو، اب ہمیں اس پر نظر رکھتی ہے۔“

”تمہارا اندازہ بالکل درست لکلا، بس!“

پی سن، پستہ قد اور بھاری بھر کم آدمی تھا اور زیادہ تیز نہیں چل سکتا تھا۔ اس لیے وہ ٹھیلنے کے سے انداز میں بھی اس کا تعاقب جاری رکھ سکتے تھے۔

وہ بازار میں اشیائے خوردنی کی خریداری کر رہا تھا۔ ٹھوڑی دیر بعد ایک اور ملازم دکھائی دیا۔ اس نے بھی ایک وزنی تھیلا اپنے کانہ حصے پر لا در رکھا تھا۔

پھر ان دونوں نے سارا سامان ایک گھوڑا گاڑی پر رکھ دیا تھا لیکن شاید ابھی کچھ اور بھی خریدنا تھا اس لیے روانگی نہیں ہوئی تھی۔

”لیکن باس!“ جوزف آہستہ سے بولا۔ اگر یہ گھوڑا گاڑی پر گئے تو پھر ہم کیا کریں گے؟

”میں بھی یہیں سوچ رہا ہوں۔“ عمران چاروں طرف دیکھتا ہو بولا۔ پھر آہستہ سے کہا۔ ”ہم بھی کچھ گھوڑی کی خریداری کر دیں۔ ایک گھوڑا گاڑی کرانے پر حاصل کر لیں گے۔“

”اور اب اگر وہ اسی دوران میں روانہ ہو گئے، جب ہم خریداری کر رہے ہوں تو.....؟“

”واقعی یہاں کی مژرب ہو امیری ذہن پر اچھا اثر نہیں ڈال رہی۔“

”ہم گھوڑا گاڑی کے ساتھ ساتھ پیدا ہی چل سکیں گے۔“ باس! امر طوب اب وہ واو الی بات پر پیدا ہوا۔ یہ ہوا گھوڑوں کی بھی نہیں چھوڑتی۔ یہ دوڑنہیں سکتے۔“

جوزف کا خیال غلط نہیں لکا تھا۔ سامان بار کر کے وہ دونوں ملاز میں بھی گاڑی پر بیٹھ گئے تھے اور انہیں نے پیدا ہی گھوڑا گاڑی کا تعاقب شروع کر دیا تھا۔

”میں اس ہوا سے بڑا بھجن محسوس کر رہا ہوں۔“ عمران نے گھوڑی دیر بعد کہا۔

”تم تو بیٹر بھی نہیں پیتے، باس! ورنہ کس قدر سکون محسوس کرتے۔“ جوزف نے نہ کر کہا۔

”کیا ان چیزوں کے علاوہ اور کوئی علاج نہیں ہے، اس کا؟“

”کافی سے بھی کس قدر کام چلتا ہے۔ بلیک کافی خوب پیو۔“

”اور بڑ کے گولے بھی حلق سے اتاروں۔ بڑ کی بو سے بھی دماغ پر اگنده رہتا ہے۔“

”بند بوئیں تو تصحیحیں جگہ جگہ پریشان کریں گی، باس..... یا پھر استوائی خطے سے نکل“

بھاگو۔“

گھوڑا گاڑی زیادہ دور نہیں گئی تھی۔ ایک چار منزلہ عمارت کے سامنے رک گئی اور وہ دونوں اس پر سے سامان اٹا رہے تھے۔

”تم بیٹیں نہ ہو۔“ عمران نے جوزف سے کہا۔ ”میں دیکھتا ہوں کہ ان کا قیام کس حصے میں ہے؟“

پھر وہ ان دونوں کے پیچے چلا گیا تھا اور جوزف وہیں کھڑا رہا تھا۔ جوزف سوچنے لگا اُخ کس طرح یہ سب کچھ ہوا کا۔ ایسی یہ سروسامانی کے عالم میں تو کبھی نہیں نظر آتی۔ نہ جانے کیوں فقط ”بے سروسامانی“ کرنی طرح اس پر مسلط ہو گیا تھا۔

دفعہ وہ چونک پڑا۔ عقب سے کسی نے شاید اسے مخاطب کیا تھا۔ وہ تیزی سے مڑا اور اسی اڑکی نگیلا کو مقابل دیکھ کر متغیر رہ گیا، جو کچھ دیر قبل عمران کے لیے کرنی نہیں کی گلڈیاں لائی تھیں۔

”تم شاید مسرف نہ ہو؟“

”ہاں، لا و افنگا۔“ جوزف سر ہلا کر بولا۔ پاسپورٹ پر اس کا یہی نام درج تھا۔

”تم یہاں کیا کر رہے ہو؟“

”میرا بابس سامنے والی عمارت میں گیا ہے۔ میں یہاں اس کا انتظار کر رہا ہوں۔“

”بڑی عجیب بات ہے۔“

”میں نہیں سمجھا، مسی! تم کیا کہنا چاہتی ہو؟“

”کچھ نہیں..... کیا وہ جلد ہی واپس آئیں گے؟“

”اس کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا، مس!“

وہ کچھ نہ بولی۔ اور جوزف بھی خاموش ہی رہا۔

تحوڑی دیر بعد عمران کی واپسی ہوئی اور وہ، جوزف کے قریب اس اڑکی کو دیکھ کر پہلے تو ٹھنٹھ کا پھر آگے بڑھتا چلا آیا۔

”جیلو...!“ قریب پہنچ کر مسکرا یا۔

”مسڑڈھمپ! عجیب اتفاق ہے۔“

”ہے تو..... عمران، اس کی آنکھوں میں دیکھا ہوا بولा۔

”یہاں اس عمارت میں تھیں کیا کام تھا؟“

”اور میں، تم سے یہ ضرور پوچھوں گا کہ تمہارا گزر ادھر سے کیوں ہوا ہے؟“

”میں تو کل سے یہیں ہوں، پچھلے دیجی کے لئے جلد تبدیل کی تھی کیونکہ تمہارے پاس پہنچنا تھا۔“

”اوپر پھر یہیں آ گئیں۔“

”مسڑڈھمپ.....“

”ہاں۔ مس نگیلا۔“

”تم اس عمارت میں کس سے ملنے گئے تھے؟“

”کیا اس کا جواب دینا ضروری ہے؟“

”بے حد ضروری ہے، مسڑڈھمپ! قبل اس کے، کہیری چیف تم سے جواب طلب کرے، مجھے ہی مطمئن کر دو۔“

”میں ایک لمبے اور دلمبے پتے آدمی کو دیکھنے گیا تھا۔“

”کیا تم اسے جانتے ہو؟“

”جانتا ہوں..... لیکن یہیں جانتا کہ وہ یہاں کیا کھلاتا ہے؟“

”کاررو وستوا.....“

”اوہ تم اسی کی نگرانی کر رہی ہو؟“

”بلیں، مسڑڈھمپ! تھیں ہمارے چیف کے پاس جانا پڑے گا۔“

”میں ضرور چلا جاؤں گا۔“

اس نے باعث مذکور کسی کو کوئی اشارہ کیا تھا اور عمران سے بولی تھی۔ ”ادھر

جاوے۔“

عمران نے جوزف کو ساتھ آنے کا اشارہ کیا اور اسی جانب چل پڑا۔

”ادھر مستر.....“ کچھ دور چلنے کے بعد اس نے لسکی کو کھٹتے سننا۔ ایک دراز قد آدمی نے سڑک کے کنارے کھڑی ہوئی گاڑی کی طرف اشارہ کیا تھا۔ وہ گندھی رنگت والا خوش شکل اور وہ جیہے آدمی تھا۔ دونوں گاڑی میں بیٹھے گئے..... اور اجنبی نے اسی ٹیک سنجال لیا۔ خاصی تیز رفتاری سے گاڑی روانہ ہوئی تھی۔ دونوں حاموش تھے اور اجنبی نے بھی ان سے کوئی بات نہیں کی تھی۔

کچھ دیر بعد گاڑی ایک عمارت کے سامنے رکی تھی۔ ان سے اتنے کو کھا گیا... اور وہ اجنبی کی رہنمائی میں اندر پہنچے۔

پھر وہ ایک ایسے کمرے میں پہنچائے گئے۔ جہاں صرف ایک صحیت مند اور خوش شکل عورت بیٹھی ہوئی تھی۔ عمر زیادہ سے زیادہ تمیں سال رہی ہو گی۔ اس نے اٹھ کر ان کا استقبال کیا اور بے حد ڈیمنٹ نم آواز میں بولی۔ ”تمہارے ساتھی کی موجودگی غیر ضروری ہو گی۔“

مخاطب عمر اتھا۔ اس نے مژکر جوزف کی طرف دیکھا اور وہ چپ چاپ کمرے سے نکل گیا۔ خود عورت نے آگے بڑھ کر دروازے کو بولٹ کیا تھا۔

”پلیز، سٹ ڈاؤن، مسٹر ڈھرمپ!“ وہ اپنی کرسی کی طرف بڑھتی ہوئی بولی۔

عمران، اس کا شکریہ ادا کر کے بیٹھ گیا۔

”تمھیں رقم مل گئی تھی، مسٹر ڈھرمپ؟“

”مل گئی تھی۔ اس کے لیے بھی شکریہ!“

”ہمارے میلے میکن ایجنسٹ کی ہدایت کے مطابق یہ رقم دی گئی ہے۔“

”ٹھیک ہے۔“ عمرات سر ہلا کر بولا۔

”ولیکن سمجھیں، کارروائی سے کیا سروکار؟“

”کیا یہ تمہارے لیے کسی پریشانی کا باعث ہے؟“

”یقیناً..... مسٹر ڈھمپ!“

”تو پھر مجھے معلوم ہونا چاہیے کہ ایسا کیوں ہے؟“

”اس سے پہلے ہم یہ معلوم کرنا چاہیں گے کہ تمہارا کارروائی سے کیا تعلق ہے؟“

”وہی جو ایک شکاری کا اپنے شکار سے جو سلتا ہے۔“

”تو تم اس کا تعاقب کرتے ہوئے یہاں آئے ہو؟“

”یہی سمجھ لو۔“

”اور بدستور اس کا تعاقب کرتے رہو گے؟“

”لازمی امر ہے۔“

”ولیکن تم اس کا تعاقب کیوں کر رہے ہو؟“

”ہمیں شبہ ہے کہ یہ ہمارے ملک کو منشیات کی غیر قانونی سپلائی کر رہا ہے۔“

”کیا تمہارے پاس اس کے خلاف کوئی واضح ثبوت ہے؟“

”ثبوت کی فراہمی ہی کے لیے میں اس کا تعاقب کر رہا ہوں۔ ابھی حال ہی میں اس نے میری ملک کا ایک خفیہ دورہ کیا تھا۔“

”کیا ابھی تک تمھیں کوئی واضح ثبوت نہیں ملا؟“

”یہی بات ہے۔“ عمران نے جواب دیا۔ محسوس کر رہا تھا کہ اس کے واضح جواب سے اسے مایوسی ہوئی ہے۔

”تمہارے ملک میں اس کی کیا حیثیت ہے؟“

”کوئی حیثیت ہوتی تو چوروں کی طرح دورہ کیوں کرتا؟“

”خیر، مسٹر ڈھمپ!“ وہ طویل سائز لے کر بولی۔ ”تم اگر وہاں نہ ملتے ہتھ بھی ہمارے ملاقات ضرور ہوتی ہے۔ کیوں کہ ہمارے میکسیکن ایجنت نے بعد میں مطلع

کیا تھا کہ تم بہت کام کے آدمی ہو۔ تمھیں سرکاری مہمان ہونا چاہیئے۔ کل وہ یہاں پہنچ کر مجھ سے تفصیلی لفظ لو کرے گا۔ اہذا مسٹر ڈھمپ اجھوڑی دیر بعد تھارا سامان بھی ہوٹل سے آجائے گا اور تم دونوں اقیام اسی عمارت کی چوتحی منزل پر ہو گا۔“

عمران نے خاموشی سے سر ہلا کر اپنی رضا مندی کا اظہار کیا تھا۔
”تمھیں یہاں کوئی تکلیف نہیں ہو گی۔“

”ٹھیک ہے لیکن ہوستا ہے کہ کارو بتووا، اس طرح ایک بار پھر میری نظرؤں سے او جھل ہو جائے۔“

”بے فکر ہو۔ ہماری نظرؤں سے او جھل نہیں ہو سکے گا۔“
”تو تم نگیلہ کی چیف ہو؟“ عمران نے پوچھا۔

”اور میںی ٹرینی نام ہے۔“ وہ سر ہلا کر بولی۔

”بہت خوبصورت نام ہے۔“

”شکریہ، مسٹر ڈھمپ!“



دوسراے دن دوپہر سے قبل ہی میکسیکن سیکرٹ ایجنت وہاں پہنچ گیا تھا اور عمران سے اس کی ملاقات، میکسیکن کے افس میں ہوئی تھی۔ شاید وہ اسے، عمران کے بارے میں سب کچھ بتاچکا تھا۔ اس لیے جیسے ہی عمران اس کے افس میں پہنچا، وہ کرسی سے اٹھ کر اس کے استقبال کے لیے دروازہ تک آگئی۔ بہت اگر بھوشی سے مصافحہ کیا اور بولی۔ ”میں تصور بھی نہیں کر سکتی تھی کہ زیرولینڈ کے اسپیشلیٹ مسٹر علی عمران سے اس طرح ملاقات ہوگی۔“

”میرا خیال ہے کہ کارو دستواں کی وجہ سے بات اتنی آگے بڑھ گئی۔“ عمران نہیں کر بولا۔

”نہیں، پیارے عمران، ایسا نہ کہو، میکسیکن ایجنت بولا۔“ ہر حال میں یہی ہوتا۔ ہم بہت پرانے دوست ہیں۔“

”اسی دوستی اور باہمی اعتماد کی بنابر ہی میں نے آخر کار تم سے رابطہ قائم کیا تھا۔“

عمران بولا۔

”اور، مسٹر عمران! تم نے اس معاملے میں بڑی خلندی کا ثبوت دیا ہے۔ اب ہم سب مل کر دیکھیں گے کہ زیرولینڈ والوں نے میرے ملک کو کس حد تک نقصان پہنچایا ہے۔“

”تو پھر میں بھی اس ملاقات کا یاد گاری کیوں نہ بناؤں۔“ عمران نہیں کر بولا۔

”ضرور، ضرور..... لیکن کس طرح، مسٹر عمران؟“ ٹریٹی نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”اس کا تعلق کارو دستواں سے ہے..... کیا تم لوگ اس کا صرف اسی نام سے جانتے ہو؟“

”ہاں، مسٹر عمران! وہ پیرو کے شہر ایکوئیوز کا باشندہ ہے اور بہت بڑا اور گریفیک

چلاتا ہے لیکن افسوس کہ ہم ابھی تک اس کے خلاف کوئی واضح ثبوت فراہم نہیں کر سکے۔ ویسے اس کا شمار پیرو کے معززین میں ہوتا ہے کبھی حکومت میں شامل نہیں ہوا لیکن ہر حکومت پر اس کا اثر رہتا ہے۔

”وہ صرف پیر و کابا شندہ نہیں ہے۔“ عمران طویل سانس لے کر بولا۔ ”بلکہ مختلف ناموں سے ساری دنیا کابا شندہ ہے۔“

”میں نہیں کبھی.....!“

”چینی انقلاب کے باعث سنک ہی کا نام نہیں ہے، کبھی؟“

”کیوں نہیں..... وہ تو ایک یمن الائو ای بدمعاشر ہے۔“

”کارو دستوا بھی اسی کا ایک نام ہے۔“

”نہیں.....!“ وہ بوكھا کر اٹھ گئی۔ میکسیکن ایجنسٹ کی بھی یہی کیفیت ہوئی تھی۔

پھر وہ انہیں وہیں بیٹھے رہنے کا اشارہ کر کے تیزی سے باہر نکل گئی اور میکسیکن ایجنسٹ نے زور دار قہقہہ لگا کر کہا۔ ”دیکھو، تم نے یہاں قدم رکھتے ہی ہمیں فائدہ پہنچانا شروع کر دیا۔ چیف ٹرینی کو میں یہی باور کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔۔۔۔۔ اب اگر سنگ ہی، اس کے ہاتھ آگیا تو یہ لوگ تمہارا جلوس نکال دیں گے۔“

”میں سنگ ہی کا بھی اسپیشلٹ ہوں۔“

”آخر اس کے ارادے کیا ہیں؟“

”وہ بھی زیر ولینڈ کے مرخ کی تلاش میں ہے۔ کیا تم جانتے ہو کہ کچھ عرصہ پہلے وہ بھی زیر ولینڈ کے بڑوں میں شامل تھا؟“

”نہیں، میں نہیں جانتا۔“

”پھر اس کی ٹیکھری بی سے ان بن ہو گئی اور وہ زیر ولینڈ کا دشمن بن گیا۔“

”تم ہماری معلومات میں اضافہ کر رہے ہو، پیارے عمران!“

”تمہاری چیف کہاں غائب ہو گئی؟“

عورت ہے وہ.....

”ماںِ میگل! یہ تو بتاؤ، کیا میرے ساتھ تعاون کرتے وقت تم نے یہ سوچ لیا تھا کہ تمہاری حکومت میری پذیری کرے گی؟“ عمران نے اس سے پوچھا۔

”دیکھو، پیارے عمران! یہ ایک المباصر ہے۔ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ ہم لوگ دنیا میں ہونے والے واقعات کی طرف سے اپنی آنکھیں بند رکھتے ہیں۔ جب ہماری حکومت کو علم ہوا کہ اس مریخی کاروباری میں خود بر ازیل کو ملوث کیا جا رہا ہے تو اسے تشویش ہوئی۔ مجھے اطلاع ملی کہ چار بڑی ملکوں کے نمائندوں کے علاوہ تم بھی انہیں کے ساتھ مرنخ کی سیر کر چکے ہو تو میں نے اپنی حکومت سے رابطہ قائم کیا۔ کچھ دنوں پہلے ایک جمن پینٹنگ کے سلسلے میں بھی تمہارا نام سنایا تھا۔ میری حکومت نے مجھے اس پر مامور کیا تھا کہ تم سے رابطہ قائم کروں... لیکن میری خوش قسمتی کہ تم نے خود ہی مجھ سے اس سلسلے میں مدد طلب کر لی۔ اس طرح ساری کڑیاں آپس میں ملکی چلی گئیں۔ اور تم اس وقت یہاں بیٹھے ہوئے ہو..... اور پھر تم نے تو آتے ہی اپنارنگ بھی خود ہی جمالیا۔ میرا مطلب ہے یہ سنگ ہی والا معاملہ..... پتا نہیں وہ کتنے عرصے سے مانا اوز کو اپنا اڑہ بنائے ہوئے تھا۔ لیکن ہم اس کا اس لیے کچھ نہ بگاڑ سکے کہ وہ کارو دستوں کی حیثیت سے یہاں بھی ایک معز زتا جر سمجھا جاتا تھا اور ہم اس کے خلاف کوئی واضح ثبوت فراہم نہیں کر سکے تھے۔ لیکن اب..... اب تو وہ ساری دنیا میں گردن زوٹی قرار پایا ہوا ایک بہت بڑا مجرم ہے۔ اب دیکھنا کہ کس طرح ہماری حکومت تمہیں ہاتھوں ہاتھ لیتی ہے۔“

”یہ میسی ٹرینی کب آئے گی؟“ عمران نے پوچھا۔

”اب اس کی مصروفیت کا کیا پوچھنا۔ اگر سنگ ہی ہاتھ لگ گیا تو وہ بر ازیل کی بہت بڑی شخصیت بن جائے گی۔“

”تو پھر میں کیونا اپر جا کر آرام کروں؟“

”ضرور..... ضرور..... واپس آ کرو وہ خود ہی تم سے مل لے گی۔“

”اور اب تم کہاں جاؤ گے؟“
”واپس میکسیکو شہری ہوں۔“

”تو تم حقیقتاً بر ازیل ہی کے باشندے ہو؟“

”میکسیکو کا شہری بھی ہوں۔ وہ بائیں آنکھ دبا کر بولا۔“

دونوں نے اگر مجھوں سے مصالحہ کیا اور پھر مائیکل بولا۔ پسی اُرینی تھماری خبر گردی کرے گی۔ تھیں بھی اچھی لگی یا نہیں؟ حکمے لکھ لش ترین عورت ہے۔“

”مجھے کیا..... میری شکل دیکھیں ہی رہے ہو۔“

”کیا تم سمجھتے ہو کہ ہمارے پاس تھمارا فائل نہیں ہے اور اس میں تھماری متعدد تصویریں نہیں ہیں.....؟ اچھا خدا حافظ!“

جوزف حیرت سے منہ پھاڑے، یہئی کہانی سن رہا تھا۔ عمران کے خاموش ہوتے ہی نہ کر بولا۔ میں تو پہلے ہی سمجھتا تھا کہ میں اول درجے کا گھاٹر ہوں۔ بھلا بآس نے کسی مضبوطی کے بغیر جیسا کوئی قدم اٹھایا ہو گا۔“

”نہیں، یہ محض اتفاق ہے۔ میں نے تو مائیکل سے صرف اتنی مدد مانگی تھی کہ وہ میریے، بر ازیل میں داخل ہونے اور کچھ رقم کا انتظام کر دے۔“

”آسمان والا تم پر ہمیشہ مہربان رہا ہے، بآس!“

”ہاں، مجھے اس کا اعتراف ہے۔ وہ میری دشواریاں اس طرح رفع کرتا ہے۔“

”تم صرف اسی پر بھروسہ کرتے ہو۔ اسی لیے وہ بھی تھماری مدد کرتا ہے۔“

”ہاں، اس کے لیے ایمان شرط ہے۔“

”اب دیکھو، کیا بات بنتی ہے؟“

”میرا خیال ہے کہ خود یہاں کی حکومت کوئی مہم ترتیب دے رہی ہے۔“

”اگر ایسا ہوا تو بہت اچھا ہو گا۔“

قریباً چار گھنے بعد کسی نے دروازے پر دستک دی تھی۔ جوزف نے انھوں کر بولٹ سر کایا اور دروازہ کھول کر ایک طرف ہٹ گیا۔ یونکہ دستک دینے والی چیف ٹرینی تھی۔

اس کا چہرہ دھواں دھواں ہوا تھا۔ عمران نے انھوں کر اسے کرسی پیش کی۔
”وہ نکل گیا، مسٹر عمران!“ اس نے طلباء دی۔

”پھر آئے گا..... لیکن اسی صورت میں، اگر آپ نے اس کی اصلی شناخت اپنی ہی ذات تک مدد و درستی ہو گی۔“

”صرف اپنی ہی ذات تک کیسے مدد و درستی ممکن تھی مسٹر عمران..... اوپر والوں کے علم میں لائے بغیر کوئی کارروائی نہیں کی جاسکتی تھی۔“

”بلس تو پھر اب وہ تمہارے ہاتھ نہیں آئے گا۔“

”کیوں، مسٹر عمران؟“

”بہت اوپر والوں سے اس کی دوستی ہوتی ہے۔ انہوں نے اسے آگاہ کر دیا ہو گا۔ الہذا اب وہ کار و دستوا اکی حیثیت سے کبھی یہاں نہیں آئے گا۔ اسے پکڑ لینے کے بعد ہی اس کی اصلاحیت ظاہر کرنی چاہیئے تھے۔ اب یہ بتاؤ، کیا تم نے اوپر والوں کو بھی بتا دیا تھا کہ کس ذریعے سے تمھیں اس کا علم ہوا تھا؟“
”نہیں، مسٹر عمران.....!“

”یہ بہت اچھا ہوا..... ورنہ میں دشواری میں پڑ جاتا۔“

”تم سے بہت سی باتیں کرنی ہیں لیکن تم اب اس میک اپ کو ختم کر دو۔ ویسے واقعی تم میک اپ کے ماہر ہو۔ آخر جلد کی رنگت کیسے بدلتی؟“

”یہ ایک الگ فن ہے، چیف ٹرینی!“

”میری خواہش ہے کہ میں اس فن کو اپناؤں۔“

”مجھ سے جو دہو سکے گی، پھر کروں گا۔ فی الحال، کام کی بات کرو۔“

”فی الحال، تو میں کارو دستو میں الجھی ہوئی ہوں۔“

”پھر مجھے کس سے ملنا ہوگا؟“

”مجھ سے..... وہ بڑے والا زین انداز میں مسکرائی۔“ لیکن مجھ سے اسی وقت مل سکو گے، جب یہ میک اپ ختم کر دو۔“

”میک اپ ختم کر دیئے میں یہ قباحت ہے کہ یہاں بہت سے جان پچان والے مل جائیں گے اور پھر میرا کہیں بتانے ہو گا۔“

”ایک بار اپنی اصل شکل رکھا کہ پھر کوئی دوسرا خوبصورت سامیک اپ کر لیں۔..... ورنہ میں تمھیں کہاں لیے پھر دیں گی۔“

”لیکن میرے ساتھی پر کوئی خوبصورت سامیک اپ نہیں ہو سکے گا کیونکہ وہ حقیقتا نیکرو ہے۔“

”اے نیکرو ہی رہنے دو۔“

”لیکن میرا پاپسپورٹ.....“

”تم اب ہمارے ذمہ داری ہو، مسٹر عمران! اس لیے کسی بات کی بھی پرواہ نہ کرو!“

”اچھی بات ہے۔“ عمران نے کہا اور با تھریوم کی راہ لی۔

”میں تمہارے باس کی تصویر دیکھ چکی ہوں۔ بہت معصوم لگتا ہے۔“ ٹرینی نے جوزف سے کہا۔

”وہ حقیقتا معصوم ہے، مسی..... اس صدی میں تو ایسا کوئی دوسرا آدمی میری نظر سے نہیں گزرا۔“

”میں نہیں سمجھی.....؟“

”بے شمار کیاں اس پر جان دیتی ہیں لیکن وہ کسی کی طرف بھی آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتا۔“

”خوب..... خوب۔“ وہ نہس کر بولی۔ ”تم اے معصومیت کہتے ہو۔ معصومیت سے میری مراد تھی کہ صورت سے بالکل بیوقوف لگتا ہے۔“

”میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ کیونکہ یہ برازیل ہے۔ جوزف بر اسمانہ بنا کر بولا اور وہ نہس پڑی۔“

”نہ امان گئے۔“

”خوبیں تو..... میں نے کہا تھا، ممکن ہے برازیل میں معصوم نہیں کہتے ہوں۔ میرے لیے اجنبی ملک ہے۔“

”تم اس کے لیے کیا کرتے ہوئے؟“

”میں اس کے لیے صرف پریشان رہتا ہوں۔ کیونکہ وہ بہت بے جگ آدمی ہے۔ ہر معاملے میں اپنی ناگ اڑا دیتا ہے، حواہ وہاں اس کی ضرورت ہو یا نہ ہو۔“

”تھمارا شارہ شاید اس معاملے کی طرف ہے؟“

اور شاید میں غلط بھی نہیں کہہ رہا۔ ”میں کیا..... بڑی طاقتیں جائیں..... ہم پر اس کا کیا اثر پڑ سکتا ہے؟“

”میں تم سے متفق نہیں ہوں۔ یہ تنظیم ساری دنیا کے لیے بہت بڑا خطرہ ہے۔“

”خوبیں، دنیا کے لیے سب سے بڑا خطرہ وہ طاقتیں ہیں جو بظاہر اس کے ذھول پڑتی ہیں لیکن اپنی حرکتوں سے اس کا ثبوت دیتی ہیں۔ جنہوں نے اپنا الوسیدھا کرنے کے لیے ایشیا اور افریقہ کو جہنم بنارکھا ہے۔“

”میں اس مسئلے پر تم سے متفق ہوں۔ ایشیا اور افریقہ ہی نہیں بلکہ جنوبی افریکہ بھی ان کی ریشمہ دونیوں کا شکار ہوتا رہتا ہے اور یقین کرو، زیر ولینڈ کی تنظیم بھی اس معاملے میں ان سے پیچھے نہیں ہے۔“

”میں سمجھتا ہوں۔ پھر بھی میرے باس کو ان معاملات سے الگ ہی رہنا چاہیئے تھا۔“

”وہ اس کے لیے کوئی جواز رکھتا ہوگا۔“

”خدا جانے... لیکن میں اسکی مخالفت نہیں کر سکتا۔ اس کے ساتھ آگ کے سمندر میں بھی چھلانگ لگانے کو تیار ہوں، یہ پوچھئے بغیر کہ وہ ایسا کیوں کر رہا ہے۔“

وہ کچھ کہنے ہی والی تھی کہ عمران اپنی تمام تر حمایت ملائیں سمیت اس کے سامنے آکھڑا ہوا اور وہ اسے دیکھتی ہی رہ گئی۔ پھر آہستہ سے بولی۔ ”بالکل وہی۔“

کیا مطلب

کچھ نہیں ۔ وہ ہکا کر رہ گئی

"اے بتاؤ... کس اروگرام میں؟" سوچتا تھا۔

”تھیں، ہمارے ایک جنگل سے ملنا ہوگا۔“

گلستان

”اچ شام کو..... میں تمہیں لے چلوں گی۔“

”کہا مجھے اسی طرح چلنا پڑے گا؟“

”نہیں..... میں جس قسم کی مونچیں ڈینا آئے کروں گی، ولیکی ہی لگالیں۔“

”نصرِ مونچیں.....؟“ عمران نے حیرت سے پوچھا۔

”یا، صرف موچھیں۔“

”اس طرح تو پچان لیا جاؤں گا۔“

”تمہارے جسم پر ہماری فوج کے جزل کی وردی ہوگی۔“

”ش تو ٹھیک ہے۔

”محوڑی بہت پرستگال بھی یوں سکوت کیا کہنا۔“

برنگالی، مجھے نہیں آتی..... البتہ آپنی.....

”نہیں، اس کی ضرورت نہیں، تم الگش ہی چلانا، لیکن اتنی اچھی نہیں..... لیں معلوم ہونا چاہئے کہ کوئی غیر امریکی الگش بول رہا ہے۔“

”تمہارا مطلب ہے کہ اس زبان کی طرح نہیں یو لوں گا۔“

”ہاں، میں ہی کہنا چاہتی تھی۔“

”ہو جائے گا، کوئی ایسی خاص بات نہیں..... خیر تو موٹھیں ڈینا آئے کر دو۔“

”وردی اور موٹھیں ساتھ لاؤں گی۔“

”اس کے چلے جانے کے بعد بھی جوزف گم بیٹھا رہا۔ عمران، اسے عجیب نظر وہ سے دیکھ رہا تھا۔ وقت تھا اس نے پوچھا۔“ کیا تجھے کافی پہاڑوں کی جیتیں یاد آ رہی ہیں؟“

”باس، خدا کے لیے ایسی باتیں نہ رہا میں یوں ہی بہت پریشان ہوں۔“

”پریشانیوں کا سبب.....؟“

”یہ عورت، باس!“

”کوئی بات نہیں۔ عورتیں ہمیشہ تیری پریشانیوں کا سبب رہی ہیں۔“

”تم سمجھتے کیوں نہیں، باس؟“

”یکا تجھوں.....؟ اچھا تو ہی سمجھا دے۔“

”کیا سمجھا دوں.....؟ تم تو بس بچے ہی بن کر رہ جاتے ہو۔ یہ عورت، تمھیں اس طرح دیکھ رہی تھی جیسے کھانا چاہتی ہو۔“

”کچا.....!“ عمران حیرات ظاہر کی۔

”میں کچھ نہیں جانتا، تم خود دیکھ لو گے۔“ جوزف بیزاری سے بولا۔

”تم نے سنائیں کہ میں بر از یہیں فونج کا جزل بننے جا رہا ہوں۔“

”اور اس کے بعد میرا کیا ہو گا؟“

”فکر نہ کرو، سب ٹھیک ہی ہو گا۔ اب تو فی الحال یہ دیکھتا ہو گا کہ یہ لوگ کیا چاہتے ہیں۔“

ان کے لیے دوپھر کا کھانا میں ٹرینی کی طرف سے بھجوایا گیا تھا۔ دونوں نے کھایا اور کچھ دری بعد عمران نے کہا۔ ”یہ مجھے نیند کیوں آ رہی ہے؟“

”استوائی خطوط میں یہی ہوتا ہے، بس!“ جوزف نے کہا اور منہ پھیلا کر جماہی لی پھر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ”قیلولہ ضروری ہوتا ہے، یہاں۔“

”میں انغویت میں کبھی بتانہ میں ہوا،“
”آب و ہوا، بس۔۔۔ پیٹ بھرتے ہی معدہ دماغ پر حملہ آور ہوتا ہے۔ میں تو چلا سونے، بس!“ جوزف نے کہا اور رائٹھ کر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اور عمران آرام کری ہی پر پڑے پڑے سوکیا۔ rights reserved © 2000
دوبارہ آنکھ کھلی تو آرم کرتی جھول جھول رہی تھی۔ آرام کری جھول۔۔۔ وہ بوکھلا کر اٹھ بیٹھا۔ پورا کمرہ جھول رہا تھا اور پھر تو اس کی کھوپڑی بھی جھول جھولنے لگی تھی۔

یہ بھری جہاز کا کیمن تھا۔ لیکن جوزف کہا ہے۔۔۔؟ اس کی وہ ساری باتیں اچانک یا وہ آگئیں جو اس نے چیف میسیٹرینی سے متعلق کہی تھیں۔

گر ہرے نیلے رنگ کا بلب کیمن میں روشن تھا۔ اس نے اٹھ کر سوچ بورڈ تلاش کیا اور تیز روشنی کا سوچ آن کر دیا۔ کیمن شامدار تھا۔ بستر بھی شامدار تھا۔ ایک جانب میز پر کچھ کپڑے تھے کیے رکھے تھے، جن کے اوپر سیاہ رنگ کی مصنوعی موچھیں بھی رکھی ہوئی تھیں، ایک طرف اس کا ذاتی سامان بڑے قریب سے لگا دیا گیا تھا۔ اس نے طویل سانس لی اور آئینے پر نظر ڈال کر منہ چلانے لگا۔ اس وقت سچ مج خود کو اول درجے کا یقوق محسوس کر رہا تھا۔ پھر اس میز کی طرف بڑھا، جس پر کپڑے رکھے ہوئے تھے۔ اس نے ان کی تھیں کھول دیں۔

یہ مجر بجزل کی وردی تھی جس پر نشانات بھی موجود تھے۔ اور پھر اچانک ان ہی تھوں کے درمیان سے ایک فوٹو گراف سرک کر فرش پر جا پڑا۔

کیسرہ فوٹو تھا جیسے دیکھ کر عمران ششد رہ گیا۔ سیاہ موچھوں میں یہ اس کی اپنی تصویر تھی۔ چہرے پر صرف موچھوں کا اضافہ ہوا تھا۔ ورنہ مگن و عن وہ خود ہی تھا۔ وہ

سوچنے لگا۔ کاس نے کبھی کسی میک اپ میں اپنی کوئی تصور نہیں بنوائی تھی۔ تو پھر یہ تصور..... اسے الٹ کر دیکھا تو یہ تحریر نظر آئی۔

”بیس جزل ایگورا..... پیداش، مانا اوز..... والدین اطالوی تھے۔“

وہ سوچنے لگا تھا کہ اس مختصر سے نوٹ کی کیا غرض و مقایت ہو سکتی ہے کیا یہ مخفی اس لیے تحریر کی گئی ہے۔ میک وہ لفظ بولنے کے سلسلے میں اطالوی کا سامان از فقیار کرے تو پھر اب اسے کیا کرتا چاہیے؟

اس نے بریف کیس سے اپنا میک اپ کا سامان نکالا اور ان موجودوں کو ناک کے نیچے جمانے لگا..... اور اس سے فرصت پا۔ جزل کی ورودی بھی پہن لی۔ اب شاید ہی کوئی کہہ سکتا۔

کیا یہ تصور اسی کی نہیں ہے۔

”جزل ایگورا.....“ وہ آہستہ سے بڑا بڑا یا۔ اور آئینے کو آنکھ مار کر دروازے کی طرف چل پڑا لیکن پھر رک گیا۔ خلندی کا تقاضا یہی تھا کہ پہلے حالات کا اندازہ لگنے کی کوشش کرتا۔ اسی اثنا میں سوچ بورڈ پر کال بیل کے پیش بیٹھن پر نظر پڑی اور اس نے سوچا کہ پہلے اسے ہی آزمایا جائے۔ اس نے پے در پے اس پر تین بار دیا و ڈالا۔ ذرا ہی دیر عبده کی نے دروازے پر بلکل اسی دستک دی۔

”اندر آ جاؤ۔“ عمران نے اوپنی آواز میں کہا اور میسی ٹرینی کیپشن کی ورودی میں اندر داخل ہوئے۔ اس نے با قاعدہ طور پر عمران کو سلیوٹ کیا تھا۔

”ہاں..... اچھا، تم ہو۔“ عمران نے اطالویوں کے سے انداز میں انگریزی ہانکنے کی کوشش کی۔

”بہت خوب.....“ وہ نہ کربولی۔ ”تمہاری ذہانت سے مجھے یہی امید تھی۔“

”لیکن یہ خواب کتنا سہانا ہے۔“ عمران آنکھیں بند کر کے مسکرا یا۔

”خواب..... کیا مطلب؟“

”شاید میں کھانا کھا کر سو گیا تھا۔ اس کے بعد سے اب تک تو جا گانہیں۔“

ٹرینی نے ایک بار پھر زور دار قہقہہ لگایا۔ پھر سنجیدگی اختایر کر کے بولی۔ ”مجھے یہ جد افسوس ہے۔ میرے دوست! لیکن جز ل کی یہی اکیم تھی۔ وہ چاہتا تھا کہ تمھیں بے حد رازداری کے ساتھ اسیٹر تک پہنچایا جائے۔ تمھیں اس عمارت سے ایک ہسپتال کے عملے نے اس اسیٹر تک پہنچایا تھا..... جب تمھیں پوری بات معلوم ہو گی تو تمہارا غصہ فرد ہو جائے گا۔“

”غصہ..... عمران اجتماع نہ اڑیں اولاد۔“ میری سب سے بڑی بدجھتی تو یہی ہے کہ مجھے غصہ نہیں آتا۔ لا اونٹ کا کہاں ہے؟“

”اب لا وہ فنگا کیوں کہہ رہے ہے ہیں؟ وہ بدستور جوزف ماؤنڈ اے اور مظہمن رہو کوہ بھی اسی اسیٹر پر موجود ہے لیکن اس کے جسم پر جہاز کے عملے کی ورودی ہے۔“

”تم کھڑی کیوں ہو؟ بیٹھ جاؤ، اپنے جز ل کی اجازت سے..... اور ظاہر ہے کہ اب تم مجھ سے وہ مجبوری بھی بیان کرو گی، جس کی بنا پر مجھے اس طرح یہاں لایا گیا۔“

”ضرور..... ضرور..... لیکن اس سے پہلے میں چاہتی ہوں کہ تم کھاپی لو۔“

”اس کے بعد شاید سمندر میں پھکنوا دو گی۔“

”ہرگز نہیں، جز ل۔ تم تو اس وقت میری آنکھوں کا تارا ہو۔“

”اللہ رحم کرے۔“ عمران اردو میں گڑگڑا یا۔

”کیا بات ہے؟“

”کچھ نہیں، اپنی زبان میں انہما مرست کر گیا تھا، عادتا۔“

”اس عادت پر قابو پانے کی کوشش کرو۔ ورنہ کسی موقع پر دشواری میں پڑ جاؤ گے۔“

”اب احتیاط رکھوں گا۔“

”مظہر و ایں ابھی آئی۔ کافی اور سینڈ و چڑ کے لیے کہہ دوں۔ سیا تم جو کچھ پسند کرو۔“

”کافی... اور صرف دو عدد دابلے ہوئے اٹھ لے۔“

وہ چلی گئی اور عمران ٹھنڈی سانس لے کر چھٹ کر طرف دیکھنے لگا۔ چیف ٹرینی نے
والپسی میں درینہیں لگائی تھی۔

”اور اب میں تمھیں بتاؤں گی کہ کون دشوار یوں کی بنابریم ایسا کرنے پر مجبور تھے۔
جزل ایگویرا اپنا قبضی تو ازان گھو بیٹھا ہے لیکن یہ بات چھپائی گئی ہے ابھی تک اس کا کا
اعلان نہیں کیا گیا کہ وہ پاگل خانے میں ہے۔ لیکن اس مہم کے لیے وہ بے حد ضروری
تھا۔“

کسی نے دروازے پر تک دی۔ اول وہ خاموش ہو گر روز روازے کی طرف بڑھ گئی۔
پھر خود اسی نے دروازہ گھولتا تھا۔ جوزف کافی کی ٹرکے اٹھائے ہوئے کیمن میں
داخل ہوا۔ وہ اب بھی لاوا انگرگاہی کے میک اپ میں تھا۔

ٹرے میز پر رکھ کر وہ ایک طرف مواد کھڑا ہو گیا۔

”کیا حال ہے؟“ عمران نے پوچھا۔

”خدا کا شکر ہے، باس!“

”باس نہیں، جزل.....“ ٹرینی نے کہا۔

”جزل...“ جوزف نے بھرا لی ہوئی آواز میں کہا۔

”بلس، اب جاؤ۔ تم مطمئن ہو گئے ہو گے۔“ ٹرینی ہاتھ ہلا کر یوں۔ اور جوزف چپ
چاپ باہر چلا گیا۔ پھر ٹرینی عمران کے لیے کافی اٹھ ملنے لگی تھی۔

”اپنی بات بھی جاری رکھو۔“ عمران نے کہا۔

”ہاں، تو میں یہ کہہ رہی تھی کہ جزل ایگویرا اس مہم کے لیے بے حد ضروری ہے۔
در اصل یہ ایک پرانا نام ہے۔ جزل ایگویرا، اس ایگویرا کے سلسلے کا آخری فرد ہے
جس نے سو ہویں صدی میں وادی آمیز ن کا سفر کیا تھا اور غلاموں کی تجارت کرنے
والے اسمینیوں کا قلع قلع کر کے وادی میں بنتے والے قبائل کے دل جیت لیے
تھے۔ وہ ان کے درمیان دیوتاؤں کی طرح پوچھا جاتا تھا۔ پھر اس کے سلسلے کے ہر فرد

کوئی وقعت حاصل ہوتی چلی آتی۔ اس کا ایک مخصوص جھنڈا تھا جو آج کے ایگویرا کا بھی امتیازی نشان ہے۔ جنگل میں لمحے والا ہر قبیلہ آج بھی اس نشان کو پہچانتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ نشان اب بھی ان کے پاس محفوظ ہے۔ وہ آج بھی اس کی پوچا کرتے ہیں۔ اپنادا تم اب خود کو دیوتاؤں کی اولاد سمجھو۔ تمہاری وجہ سے ہم ان خطوں سے بھی گزر جائیں گے جہاں مہذب دنیا کا کوئی فرد قدم رکھنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔“

”کیا سارے قبائل کے ذمے دار افراد موجودہ ایکوئی اکو پہچانتے ہیں؟“ عمران نے پوچھا

”ہاں، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ بھی کبھی ان کے درمیان پہنچتا رہتا تھا۔“
”لیکن مجھے تو ان قبائل کی زبان نہیں آتی۔“

”اے کب آتی ہے۔ اس کے ساتھ ہمیشہ تین چار تر جہاں ضرورت ہے تھے۔ سواں وقت تمہارے لیے بھی موجود ہیں۔ تم اس کی فکر نہ کرو۔“

”کیا تمھیں علم ہے کہ تمھیں کہا جانا ہے؟“

”تمرا خیال ہے کہ میں جانتی ہوں۔ اس دوران میں بڑی طاقتون نے اس جگہ کے تعین کے لیے اتنا شریچر فراہم کر دیا ہے کہ کم از کم ہم بر ازیلی تو سمجھی گئے ہیں کہ ہمیں اس پر اسرار جگہ تک پہنچنے کے لیے کون سارا ستہ اختیار کرنا چاہیئے۔“

”اور تمھیں اس حقیقت سے بھی انکار نہ ہونا چاہیے کہ زیر ولینڈ تنظیم نے جن جن ممالک میں اپنے یونٹ قائم کر رکھے ہیں، وہاں کی حکومت میں بھی اس کے لوگ پائے جاتے ہیں۔“

”ہاں، میں سمجھتی ہوں۔“

”تو پھر اس سلسلے میں جو احتیاطی مدد اپنے اختیار کی ہیں، ان پر بھی روشنی ڈالو۔“
وہ خاموش ہو کر عمران کی شکل دیکھنے لگی۔

”تم بھی کافی ہیو۔“ عمران مسکرا کر بولا۔

وہ پتھر انداز میں اپنے لیے کافی اندر یا نہ لگی۔

”اور اس کی بقشی دہانی نہیں کر سکتیں کہ ذریمہ لینڈ کے ایجنت بھی جز لائیگوریا کی موجودہ حالت سے واقف نہ ہوں گے؟“

”تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔“ وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔ ”ہم نے اس مسئلے پر غور نہیں کیا تھا۔“

عمران ایک زوردار قہقہے لگا کر بولا۔ تو اس قدر فکر مند ہونے کی کیا ضرورت ہے؟“

”فہیں، اس پر غور کیے بغیر کوئی قدم اٹھانا مناسب نہ ہوگا۔“

”کیا تمہارے کسی آفیسر نے بھی اس کی طرف وھیان نہیں دلایا تھا؟“

”ہرگز نہیں، یہ اس جزل کے سوچنے کی بات تھی، جس نے مہم ترتیب دی ہے۔“

”تو پھر اس سیر کرو۔“ عمر ان نے کہا۔

”یہی مناسب بھی ہے۔“ دفعۃٰ تیسری آواز کی بن میں گنجی..... اور وہ چونک کر چاروں صرف دیکھنے لگے لیکن کوئی نظر نہیں آیا۔ عمران کے ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ تھی..... اور میں ٹرینی کر سر اسی مگلی کا کیا پوچھنا..... لیکن پھر وہ فوراً سنچل کر بولی۔ ”یہ کون بد تمیز مد اخالت رہے؟“

”مداخلت کا رتو تم لوگ ہو، جو دوسرا کو سکون سے نہیں رہنے دیتے۔ مسٹر عمران بالکل ٹھک کہہ رہے تھے کہ ہم جہاں بھی ہوتے ہیں، وہاں کی باطنی حکومت ہمارے

ہی قبضے میں ہوتی ہے۔ مسٹر عمران ہمارے متعلق جو کچھ بھی کہتے ہیں، بالکل ٹھیک کہتے ہیں۔ کیونکہ بزری و لینڈ کے اپیشٹم ہیں۔“

”تم کون ہو، سامنے آؤ؟“

”بکواس بند کرو اور خود کو ہمارا قیدی سمجھو۔ اب اس اسیئر پر تمہاری کوئی خوبی نہیں سنے گا۔ اس لیے تخلصی کا تقاضہ یہی ہونا چاہیے کہ جس طرح اب تک رہے ہو، اس میں کوئی فرق نہ آنے دو۔ یا اسیئر تھیں مرخ پر لے جائے گا۔ اور تم نے دیکھا، مسٹر عمران کہ کتنی آسانی سے دفبارہ تمارے باتحفہ گئے۔ اپنے ملک ہی میں تم زیادہ محفوظ تھے، جب تک چاہتے، چھپے رہتے۔“

”واہ..... یہ کیا بات ہوئی؟ اور یہ تم سے کس نے کہہ دیا کہ میں تمہاری وجہ سے چھپا ہوا تھا۔ میرا تو مشن یہی ہے کہ تمہارے مرخ پر کسی بڑی طاقت کا قبضہ نہ ہونے پائے۔ ورنہ مجھے ان سے تعاون کر لینے سے کوئی روک سکتا تھا؟“

”تم یہ بھی ٹھیک کہہ رہے ہو، مسٹر عمران! لیکن تم اپنے طور پر اسے تباہ کرنا چاہتے ہو۔“

”میں فردو واحد بھلا کس شمار و قطار میں ہوں۔ ذائقی طور پر میری حیثیت ہی کیا ہے؟“

”یہ تو میں تمہیں جانتا، مسٹر عمران... لیکن تم.....“

”ہاں، ہاں..... جملہ پورا کرو۔“ عمران نے کہا۔

”تم فردو واحد ہو، جس کے لیے ہماری تنظیم نے سزا نے سوت تجویز کی ہے۔ ورنہ ہم اپنے دشمنوں کو مارڈا لئے کی قائل نہیں ہیں۔ ہم انہیں پکڑ کر ان سے کام لیتے ہیں۔“

”مجھے علم ہے..... اور ہو سکتا ہے تم اس بار مجھے پھانسی پرانگا ہی دو۔“

”یہ تو وقت آنے پر معلوم ہو گا۔“

اس کے بعد پھر وہ آواز سنائی نہیں دی تھی۔ اور دو دو نوں ایک دوسراے کامنہ دیکھتے رہ گئے تھے۔

”یہ کیا ہو گیا۔ مسٹر عمران؟“ ٹرینی کچ دیر بعد بھرا تی ہوئی آواز میں بولی۔ ”میرے

ساتھ ستائیں عدد ماہرین بھی ہیں۔“

”سب زیر ولینڈ کے کام آئیں گے، عمران نے لاپرواہی سے کہا۔“ اور صرف مجھے گولی مار دی جائے گی۔“

”کیا یہ حقیقت ہے؟“

”تم سن ہی چکی ہو۔“ تم نے پہلی بار کسی دشمن کا لیے سزا نے سوت تجویز کی ہے۔“

”تب تو بہت برا ہوا۔ یعنی کہم خود ہی ان کے جال میں آپنے ہو۔“

”وہ تو ہونا ہی تھا..... اپنے ملک میں مر چکا ہوں۔ لہذا زندگی کا ثبوت دینے کے لیے کچھ نہ کچھ کرنا ہی پڑتا۔“

”مجھے بعد افسوس ہے، مسر عمران!“

”یقین کرو، میں صرف تمہارے لیے فکر مند ہوں۔ ایسی شدید محنت لیتے ہیں، اپنے قیدیوں سے کہاں تکھیں نکل پڑتی ہیں اور اس حلسلے میں یہ نہیں دیکھتے کہ عورت ہے یا مرد۔“

”ویکھا جائے گا۔“ وہ رجھک کر بولی۔ ”میں خود کو عورت سمجھتی ہی نہیں۔ میں تو کہتی ہوں، اسے تلاش کیا جائے جس کی آواز بھی ہم نے سنی تھی۔“

”خام خیالی ہے، میںی ٹرینی!“ وہی آواز پھر آئی۔ اس وقت اسیمیر پر صرف تمہی تین افراد ہو۔ تمہارے وہ ماہرین اس اسیمیر تک پہنچ ہی نہیں سکے، جن کا حوالہ تم نے کچھ دیر پہلے دیا تھا۔“

”پھر وہ کہاں ہیں؟“ ٹرینی نے بہت دنگ ہو کر پوچھا۔

”وہ دوسرے اسیمیر پر ہیں لیکن جب انہیں معلوم ہو گا کہ تم اس اسیمیر پر موجود نہیں ہو تو واپس چلے جائیں گے۔“

”اب تم نے دیکھ لیا کہ یہ لوگ کس حد تک تمہاری حکومت پر چھائے ہوئے ہیں۔“ عمران نے کہا۔

اس کی اس بات پر معلوم آدمی نے رائے زندگی میں کی تھی۔

”ہاں، میں نے دیکھ لیا۔ وہ طویل سانس لے کر بولی۔

”بلس، اب تم بھی آرام کرو۔“

”آخر تم اتنے مطمین گیوں نظر آ رہے ہو؟“

”میرا نظریہ حیات یہ ہے کہ جب مرنا ہو گا، مرجاوں گا۔ پہلے سے۔ بور ہوتے رہنے کی کیا ضرورت ہے۔ ناپی کوشش سے پیدا ہوا ہوں اور نہ پہنچنے ارادے سے مرسکوں گا۔ لہذا عیش کرو۔ کیا تجھیں؟“

”تم واقعی عجیب آدمی ہو۔“

”متعدد بار ان کے چکر میں پڑ کر خراب خواہ ہوا ہوں لیکن زندہ ہوں ابھی تک۔ ایک بار اور کہی۔“

”کسے تو تم اپنا سفر آخرت ہی سمجھو، مسٹر عمران!“ آواز پھر آئی۔

”کیوں، خواہ مخواہ ناگئیں ناگئیں کر رہے ہو۔ ہماری باتوں میں دخل اندازی مت کرو۔“



”میں صرف یہ چاہتا ہو کہ تم لوگ کوئی غیر و اشمندانہ قدم اٹھاؤ۔“

”اور میں تمھیں آگاہ کرنا چاہتا ہوں کیمیر اساتھی جوزف مونڈا کم از کم چھ بولوں کی اسامی ہے۔ اس کا خیال رکھنا۔“

”وہ میں علم ہے۔ تمھیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔“

”مہماں نوازی کا بہت بہت شکر یہ! میکن اب ہماری باتوں میں دخل اندازی مت کرنا۔ ہم بچے نہیں ہیں۔“

اس کا جواب نہ ملا۔ میں ٹرینی کی نظر اس لائقہ اسپلائیر پر جمی ہوئی تھی، جس سے آواز آتی تھی۔

”ہاں تو چیف ٹرینی، میں کیا کہہ رہا تھا.....“

”مجھے یاد نہیں کہ تم کیا کہہ رہے تھے۔“ وہ چھنجھلا کر بولی۔

”اب مجھے غصہ بھی دکھاؤ گی۔ حالانکہ تم ہماری ہی وجہ سے میں اس حال کو پہنچا ہوں۔“

”کتنی بار شرمندگی ظاہر کروں..... میں خود بھی تو ماری گئی ہوں۔“

”اس لیے خوش و خرم رہنے کی کوشش کرو۔“ عمران نے کہا اور پھر اچانک چون کر اسے اس طرح دیکھنے لگا جیسے اس کے سر پر سینگ لکل آئے ہوں۔

”اس طرح کیوں دیکھ رہے ہو؟“

”ذرا اٹھ کر دروازے کی طرف جاؤ۔..... اور پھر ادھر ہی واپس آؤ۔“

”کیا مطلب؟“

”پلیز، چیف ٹرینی! یہ بہت ضروری ہے، ہمیری خاطر سے۔“

”عجیب آدمی ہو۔“ کہتی ہوئی وہ اٹھی اور دروازے کی طرف چل پڑی پھر دروازے پر رک کر اس کی طرف مڑی۔

”آؤ..... آؤ..... چلی آؤ۔ ٹھیک ہے۔ گذ! اب بیٹھ جاؤ۔“

”آخر اس کا مطلب کیا ہے؟“ وہ پھر جھنجھلا گئی۔

”اس کا یہ مطلب ہے کہ تم، می تھری بی نہیں ہو۔“

”اف فوہ! کیا اب تم حارا دماغِ الٹ لگایا ہے؟“

لرزتی لکیریں

”نہیں، میں می تھری بی کا بھی اسپیشلٹ ہوں۔ کوئی نہیں جانتا کہ اس کی اصلی شکل کیس ہے۔ اپنے آدمیوں کے درمیان رہتی ہے لیکن کوئی اسے نہیں پہچان سکتا اور اسی لیے وہ آج تک ان پر حکومت کر رہی ہے لیکن میں اسے پہچان سکتا ہوں۔ خواہ وہ کسی روپ میں میرے سامنے آئے۔“

”اس کی وجہ.....؟“

”کیا اب بھی وجہ سمجھ میں نہیں آئی جب کہ میں نے تمھیں حرکت میں لا کر دیکھنے کے بعد یہ فیصلہ صادر کیا تھا کہ تم می تھری بی نہیں ہو۔“

”میں سمجھ گئی، تم کیا کہنا چاہتے ہو..... بعض جسمانی حرکات ایسی ہوتی ہیں جن پر قابو پانا محال ہوتا ہے اور تم ایسی ہی کسی حرکت کی بنا پر اسے پہچان سکتے ہو۔“

”یہی بات ہے، چیف ڈرینی!“

”تب تو وہ واقعی تمھیں زندہ نہیں چھوڑے گی۔ اوہ، خدا کی پناہ!“ وہ یک بیک خاموش ہو کر عمران کو گھورنے لگی۔ پھر جیب سے قلم اور نوٹ بک نکال کر اس کے صفحے پر کچھ لکھا اور عمران کی طرف بڑھا دیا۔

اس نے لکھا تھا ”آخر تمھیں ہو کیا گیا ہے؟ تم جانتے ہو کہ کوئی ہماری باتیں سن سن کر ان کے جوابات بھی دیتا رہا ہے۔ اس کے باوجود تم اتنے بے احتیاط ہو گئے۔ ایک بڑا راز ان پر ظاہر کر دیا۔ اب تو واقعی تمھاری خیر نہیں۔“

عمران تھری پڑھ کر ہونقوں کی طرح ان کی طرف دیکھنے لگا۔ پھر اپنے دونوں کان مروڑ کر ایک ایک چانگا دونوں گالوں پر لگایا۔ ٹرینی سے ہونٹ سکوڑ کرا ظہار افسوس کر

نے کے سے انداز میں سر کو جنبش دی اور تھوڑی دیر تک دونوں گم سم بیٹھے ایک دوسرے کو گھوڑتے رہے تو پھر عمران نے زور دار تھقہہ لگا کر کہا۔ ”کافی کا ایک کمپ اور ہو جائے۔“

وہ متغیر انداز میں اسے دیکھتی ہوئی اٹھی اور کیمین سے باہر نکل گئی۔ جوزف بے خبر سورا تھا کہ تیز قسم کی گھنٹی کی آواز نے اسے جگا دیا۔ اس کے جسم پر خلاصیوں کا لباس ضرور رہتا تھا لیکن اسے بھی رہنے کو الگ کیمین ملا تھا۔ اور اسیٹر پر یہ ان کی تیسری رات تھی۔ اس نے گھری دیکھی۔ تین نج رہے تھے۔ گویا رات ابھی باقی تھی۔

دفعہ ماں کیروfon سے آواز آئی۔ ”مسٹر جوزف ماؤنڈ! اپنے سامان سمیت عرش پر پہنچ جاؤ۔“

جوزف نے منہ پھیلا کر جما ہی لی۔ پھر اٹھ کر واش میں تک آیا۔ منہ پر پانی کے چھینٹے مارے۔ دو چار گلیاں کیس اور کپ بورڈ سے بوتل اٹھا کر کارک نکالی اور بوتل کو منہ سے لگالیا۔ شاید یہ یومیہ کوئی کی آخری بوتل تھی۔ اس لیے تھوڑی سی پی کرائے سفری تھیلے میں ڈال لیا۔ اس کے بعد اس نے اپنے کپڑے پہنچنے تھے اور سامان اٹھانے ہوئے عرش پر آگیا تھا۔

یہاں عمران ٹرینی بھی سامان سمیت موجود تھے۔ عمران جزل ہی کی وردی میں تھا۔ ”کیا بات ہے، جزل؟“ جوزف نے پوچھا۔

”شاید ہم یہیں کہیں اتریں گے۔“ عمران نے لاپرواہی سے جواب دیا۔ ”سبھی میں نہیں آتا کہ یہ ہمیں کہاں اتنا رہے ہیں؟“ ٹرینی بڑھا۔ ”ویکھا جائے گا۔“

رسی کی سیڑھیوں کے ذریعے وہ ایک اسپیڈ بوٹ پر اترے تھے اور ان کا سامان بھی اتنا روپا گیا تھا۔

پانچ مسلح آدمی کشتی پر پہلے ہی سے موجود تھے۔ میںی ٹرینی نے آہستہ سے عمران سے پوچھا۔ ”اب ہمیں کیا کرنا چاہیے؟“

”نہیں احوال خاموش رہو۔“ عمران نے جواب دیا۔

کشتی پر موجود افراد پر جزول کی وردی کا رغب نہیں پڑا تھا۔ ان میں سے چار کی اسٹین گنیں ان کی طرف اٹھی ہوئی تھیں اور پانچوائیں کشتی چلا رہا تھا۔

تحوڑی دیر بعد آسمان پر بلکی سی روشنی نظر آئی۔ غالباً صبح ہونے والی تھی۔ وہ خاموش بیٹھے رہے۔ کشتی کسی نامعلوم منزل کی طرف رواں دواں تھی۔ آخر عمران نے اوپنی آواز میں کہا۔ ”کیپشن فرینی! کیا تم اونچھ رہی ہوئے؟“
”نہیں، جزول! میں پوری طرح بیدار ہوں۔“

”تو پھر باتیں کرو۔۔۔ یہ لوگ تو گھونگے اور ہرے معلوم ہوتے ہیں۔“

”ہاں، میرا بھی یہی خیال ہے، جزول!“

”تمہارا کیا خیال ہے، سار جنٹ لاوڈ انگا؟“

”اندھیرے میں مجھے کوئی خیال نظر نہیں آ رہا، جزول سرا!“

”ٹھیک ہے، اجالا پیلنے دو۔“ عمران نے کہا۔

ان چاروں نے یہ گفتگو خاموشی سے سنی تھی۔ کسی کی طرف سے بھی کوئی رد عمل ظاہر نہیں ہوا تھا۔ پھر تھوڑی دیر بعد اچھا خاصا اجالا پھیل گیا۔

اچانک کشتی کے کسی گوشے سے ایک چھٹا آدمی نمودار ہوا۔ یہ ایک طویل قامت اور گٹھیلے جسم والا ریڈ ائٹین تھا۔ جسم پر صرف ایک لگوٹی تھی اور ہاتھ میں کھڑاڑی۔

کھڑاڑی و حرکت دے کر اس سے کچھ کہنا شروع کر دیا۔ اس کا مخاطب عمران تھا۔ اس کے خاموش ہونے پر مسلح آدمیوں میں سے ایک بڑے ادب سے بولا۔ ”یہ میرا واڑی قبیلے کے سردار کا لڑکا ہے، جزول! تمہارے استقبال کو آیا ہے اور اظہار مسرت کر رہا ہے کہ تم اس کی سر زمین پر قدم رکھو گے۔ وہ ختر سے کہہ رہا ہے کہ جہاں دیوتا

اگر یہ اکی اولاد کے علاوہ مہذب دنیا کا اور کوئی فرد قدم نہیں رکھ سکتا۔ مگر وہ لوگ جو تمہارے ساتھی ہوں۔“

”میری طرف سے بھی اس کا شکر یا ادا کر دو۔ مجھے بھی سہرت ہے کہ میں کچھ دیر بعد اپنے عقیدتمندوں میں ہوں گا۔“ عمران نے کہا۔

ترجمانے کی غیر مانوس زبان میں عمران کا مانی افسیر اس پر واخ کر دیا۔ کشی گھنے جنگلوں کے درمیان بینے والے کسی دریا میں چل رہی تھی۔

عمران نے میں ٹرینی کی طرف دیکھا جس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔ ادھر مسلخ آدمیوں نے اب اپنی اٹھیں نہیں کامنڈھوں سے لکھا لی تھیں۔ قطعی یہ نہیں معلوم ہوتا تھا کہ عمران اور اس کے ساتھ ان کے قیدی ہیں اور اب وہ آپس میں گفتگو بھی کر رہے تھے۔

”یہ بھی تمہاری فوج ہی سے متعلق معلوم ہوتے ہیں۔“ عمران نے آہستہ سے کہا۔

”میں نہیں سمجھ سکتی کہ یہ کس قسم کا کھیل ہے۔“ ٹرینی نے جواب دیا۔

”کھیل سے کیا مراد ہے؟“

”شاپید یہ میں اپنے کسی مقصد کے حصول کے لیے استعمال کرنا چاہتے ہیں۔“

”ہو سکتا ہے۔“ عمران نے کہا۔

”میں نہیں کہہ سکتی کہاب ہمارا کیا حشر ہو گا۔“

”کیا تم اندازہ لگا سکتی ہو کہ اس وقت ہم کہاں ہیں؟“

”امیزنا ہی کا کوئی معاون دریا ہو سکتا ہے لیکن اندازہ لگانا مشکل ہے کہ ہم کہدھر جا رہے ہیں، اور سنو! یہ میر ووازی قبیلے کا نام بھی میں نے آج ہی سنائے۔“

”اس کی فکر نہ کرو۔ جن لوگوں کے تھے ہم چڑھ گئے ہیں۔ ایک آدھ بالکل ہی نیا قبیلہ بھی پیدا کر سکتے ہیں۔ ان سے کچھ بعید نہیں ہے۔“

دریا کا پاٹ بتدریج کم ہوتا جا رہا تھا۔ اور جنگل دونوں جانب سے اس طرح ان پر

جھکا آرہا تھا کہ گھن کا احسان ہونے لگا تھا۔ جیسے جیسے وقت گز رہا تھا۔ پیش بڑھتی جا رہی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے جنگلوں سے بھی بھیگی میں آپ نج نکل رہی ہو۔

اچانک ایک جگہ کشتی باعین کنارے سے لگادی گئی اور سب سے پہلے میر و وازی قبیلے کا نوجوان خشکی پر اتر گیا۔ عمران کے قریب کھڑے ہوئے مسلح آدمی نے آہستہ سے کہا۔ ”جزل! اپنا خاندانی پر چم نکالی لو۔“

عمران نے میں ٹرینی کی طرف دیکھا اور وہ جلدی سے بولی۔ ”تحیلا..... وہ زرو تھیلا کہاں ہے؟ میں نے جنہدیاں میں رکھا تھا۔“

”میں تو صرف اپنا سامان ناٹا کر کی بن سے نکل آیا تھا۔ تم نے مجھ سے ذکر نہیں کیا تھا کہ کوئی زرو تھیلا بھی مرے سامان میں شامل ہو گا۔“

”تو کیا جنہد امو جو نہیں ہے؟“ مسلح آدمی آنکھیں نکال کر غرایا۔

”میں نہیں جانتا۔ مجھے علم نہیں تھا کہ کس چکر میں پھنسنے جا رہا ہوں۔ ورنہ خود اسی ہر بات کا خیال رکھتا۔“

”اچھا..... اچھا..... کشتی سے اترو۔ کچھ اور سوچا جائے گا۔“

”میں اس وقت تک کشتی سے نہیں اتروں گا جب تک کہ مجھے سارے معاملات کا علم نہ ہو جائے۔“



”کیسے معاملات.....؟“

”یہی کہ مجھے تجھیت جزل ایگویر اس مقصد کے حصول کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے۔“

”تم سودے بازی کی پوزیشن میں نہیں ہو۔“
”اس وہم میں نہ رہنا۔“ عمران اکٹھر بولا۔ اس وقت تم پانچوں میرے رحم و کرم پر ہو۔“

”وہ کس طرح.....؟“
”میں جزل ایگویر ہوں۔ ان کی زبان سے ناواقف ہوں تو کیا ہوا۔ میرے ایک اشارے پر تم پانچوں فنا کروئے جاؤ گے۔“

”وہ کسی سوچ میں پڑ گیا۔ پھر بولا۔“ ”تم اصلی ایگویر اتو نہیں ہو۔“

”اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ میں جو کوئی بھی ہوں ان قبائل کی ہسترنی کا ایک اچھا طلب علم بھی ہوں۔ ان کے مخصوص اشاروں سے واقف ہوں۔ ایسے اشارے اچھا طالب علم بھی ہوں۔ ان کے مخصوص اشاروں سے واقف ہوں۔ ایسے اشارے جن میں پوری پوری تقریبیں پہاں ہوتی ہیں۔ جنگل میں سینکڑوں آنکھیں ہماری طرف نگران ہیں۔ میں ایک اشارہ کروں گا اور زہر یہی تیر تم پانچوں میں کو چھید کر کھو دیں گے۔“

”آخر تم چاہتے کیا ہو؟“

”مجھے اس کا علم ہونا چاہئے کہ تم لوگ مجھے کس مقصد کے حصول کے لیے استعمال کرنا چاہتے ہو؟“

”تم تھارے تو سط سے ان کے ایک مقدس مقام تک پہنچنا چاہتے ہیں۔“

”وہاں کیوں پہنچنا چاہتے ہو؟“

”یہ ہمیں نہیں معلوم۔“

”بس تو میں نہیں اتروں گا۔“ عمران نے کہا اور قبائلی نوجوان کو کشتنی پر واپس آجائے کا اشارہ کیا۔ اس نے بڑی پھر تی سے تعقیل کی تھی۔

صلح آدمی اپنے ساتھیوں کی طرف بے بسی سے دیکھ کر رہ گیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ جیسے اس سے آگے کا سبق اسے یاد ہی نہ ہو۔ فتحتہ ان میں سے ایک بولا۔ ”هم نہیں کو رکیے رہیں گے تم کیبین میں جا کر نئی بدایت حاصل کرو۔“

”اویری شرط بھی اپنے بڑوں تک پہنچا دینا۔ یعنی مقصد معلوم کیے بغیر میں کچھ بھی نہیں کر سکوں گا۔“ عمران نے کہا اور وہ اسے قبر آلو رنگا ہوں سے دیکھتا ہوا کیبین میں چلا گیا۔۔۔۔۔ ادھروں قبائلی جوان سر جھکائے کھڑا تھا۔

”تم نے کیا شروع کر دیا؟“ ٹرینی آہستہ بولی۔

”خاموشی سے دیکھتی رہو، اگر تم بھی انہی سے ملی ہوئی نہیں ہو؟“

”میں کوئی ملی ہوتی۔“ وہ بگڑ کر بولی۔

”اب کسی کی کسی بات پر یقین نہیں آتا۔“

”اس پچویشن میں، میں تمھیں یقینی دلابھی نہیں سکتی۔“

”بس تو پھر خاموشی اختیار کرو میں میں تمھیں الزام تو نہیں دے رہا۔“

خھوڑی دیر بعد وہ واپس آگیا۔ شاید اس نے ٹرانسیور پر کسی سے گفتگو کی تھی۔

”ٹھیک ہے۔“ وہر ہلا کر عمران سے بولا۔ ”تمھیں مقصد سے آگاہ کر دیا جائے گا۔

مجھے خصوصیت سے بدایت ملی ہے کہ تمہارا خاص خیال رکھا جائے۔“

”بہت بہت شکر یہ! میں جانتا ہوں کہ مجھے میں ایسے اسی سرخاب کے پر لگے ہوئے ہیں۔“

”هم اپنے طور پر وہاں تک پہنچنے کی کوشش کر چکے ہیں لیکن کامیاب نہیں ہوئی۔ یہ قبائلی لوگ اس راستے سے واقف ہیں جو نہایت آسانی سے مطلوبہ جگہ تک پہنچا سکتا

ہے۔ اگر تم وہاں پہنچنے کی خواہش ظاہر کرو گے تو بے چوں وچھا تھمھیں اور تمھارے ساتھیوں کو وہاں تک لے جائیں گے۔“

”اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ قبائلی تمھارے ہاتھ کیے لگا؟“

”یہ کوئی ایسی راز کی بات نہیں۔ جنگل کی کی اشیاء کے بدلتے یہ اپنے استعمال کی چیزیں ہی سے لے جاتے ہیں لیکن اپنے مخصوص علاقوں میں ہمیں قدم نہیں رکھتے دیتے..... اور سنو اب جو پچھہ بھی پوچھنا ہے، ہمارے باس سے پوچھو، ہم ان معاملات سے متعلق کچھ نہیں جانتے۔“

”تمھارا باس کہاں ملے گا؟“

”کہیں میں ٹرانسمیٹر موجود ہے۔ تم خود اس سے جو چاہو، پوچھو لو۔“

”میں اس سے دو، دو باتیں ضرور کروں گا۔“

وہ عمران کو کہیں میں لے آیا اور ٹرانسمیٹر پر کسی کو مخالف کر کے اس کی موجودگی کی اطلاع دی۔

”مسٹر عمران!“ دوسری طرف سے آواز آئی اور عمران فوراً پہچان لیا کہ یہ وہی آواز ہے جو ٹرانسمیٹر پر بھی اس نے سنی تھی۔

”بجزل ای گویرا.....“ وہ بر اسامنہ بنایا کر بولا۔

”ایک ہی بات ہے۔ جھنڈے کے بغیر مناسب نہیں ہے۔ کہ تم خشکی پر اترو، جھنڈا غالباً اسیمیر ہی پر رہ گیا۔ لہذا فی الحال، تم میرے پاس آجائو۔“

”اس کی کیا صورت ہو گی؟“

”یہی کشتنی تھمھیں مجھ تک پہنچا دے گی۔“

”تمھارا انداز شروع سے دوستانہ رہا ہے اس لیے مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں لیکن یہ دونوں بھی میرے ساتھ ہوں گے۔“

”ہاں..... ہاں، انہیں بھی لااؤ۔“

عمران بائیں آنکھ دبا کر مسکرا یا۔ مسلح آدمی نے اسے کیمین سے باہر نکل جانے کا اشارہ کیا۔ شاید وہ معلوم آدمی سے مزید گفتگو کرنا چاہتا تھا۔

عمران باہر آگیا۔ میں ٹرینی اسے بہت غور سے دیکھ رہی تھی اور قبائلی جوان بتانا کھڑا تھا۔ تھوڑی دیر بعد مسلح آدمی نے کیمین سے نکل کر اوپر تھی آواز میں اسٹروکر سے کچھ کہا۔ اور کشتنی کا تجھن جاگ پڑا۔ پھر وہ بڑی تیز رفتاری سے آگے بڑھتی چلی گئی تھی۔

عمران نے قبائلی کی آنکھوں میں حیرت کے آثار دیکھے۔ پھر شاید وہ مر اتاثر احتجاج ہی کا تھا۔

اچانک اس نے جلدی جلدی کچھ کہنا شروع کر دیا جس کے جواب میں مترجم نے بھی کچھ کہا۔ اور پھر ایسا لگا جیسے وہ قبائلی جوان دریا میں چھلانگ لگادے گا لیکن مترجم نے اپنی اشیں گن سیدھی کر کے شاید اسے دھمکی دی اور وہ رک گیا اور اسے انداز میں عمران کی طرف دیکھنے لگا جیسے اس سے شکوہ کر رہا ہو۔

”کیا قصہ ہے؟“ عمران نے مترجم سے پوچھا۔

”اپنے کام سے کام رکھو،“ مترجم غرما کر بولا۔

میں ٹرینی نے عمران کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر آہستہ سے کہا۔ ”تم دخل اندازی مت کرو۔ یہ لوگ اسے اپنے استعمال میں لانے کے لیے روکے رکھنا چاہتے ہیں۔“ ”اوہ وہ بے چارہ، صرف میری یعنی جزل ایگویرا کی وجہ سے یہ سب کچھ بدداشت کر رہا ہے۔“

”ویکھو، ڈیکھ! جب معاملات ہماری کچھ سے باہر ہی ہو گئے ہیں تو پھر ہم کیا بول سکتے ہیں یا کیا کر سکتے ہیں۔ یہ تو ہمارے اپنے بڑوں کا ملکیتہ ہے۔“ کہ ہم اس حال کو پہنچ ہیں۔“

عمران کچھ نہ بولا۔ خاموشی سے نوجوان کے چہرے کے تاثرات کا جائزہ لیتا رہا۔ پھر

ٹرینی نے پوچھا۔ ”تم نے ڈائیسٹری پر کس سے بات کی؟“

”مجھے تو وہی آواز معلوم ہوئی تھی، جو اسی پر ہماری گفتگو میں خل اندازی کرتی رہی تھی۔ اس نے کہا تھا کہ جھنڈا موجود ہونے کی بنابرائی الحال، ہم سے وہ کام نہیں لیا جاسکتا، اس کے لیے لایے گئے تھے۔ لہذا اب وہ ہمیں اپنے پاک بلوار رہا ہے۔“

”مجبوری ہے۔ ہم تینوں تو مسلح بھی نہیں ہیں۔“

”مسلح ہوتے بھی تو میں فی الحال، ان سے ابھی کی حیات نہ کرتا۔ ویسے میں ایک گہری چال اسی پر ہی چال چکا ہوں۔ شاید اس کا مجھے ہم ہونے والا ہے۔“

”کیسی چال.....؟“

”فی الحال، اس سلسلے میں خاموش ہی رہو۔“

دریا کا پاٹ کم ہوتا جا رہا تھا۔۔۔ اور دونوں جانب سے جنگل گویا کشتی پر جھکا آرہا تھا اور گھر میں زین شروع ہو گئی تھی۔ دونوں کناروں پر چٹانیں تھیں اور پھر اچانک سامنے بھی ایک چٹان آگئی۔ ساتھ ہی قبائلی جوان نے ایک زور دار چیخ ماری۔ کشتی بھی اسی رخ رکی تھی۔ جیسے اس میں اس چیخ کا داخل رہا ہو۔

سامنے چٹان تو حائل ہو گئی تھی لیکن دریا ایک بڑے سوراخ سے گزر گیا تھا اور اس سوراخ کے پورے قطر پر چمکدار لکیریں سی لرزہ ہی تھیں اور انہیں لکیروں کی وجہ سے وہ سوراخ نظر بھی آرہا تھا، ورنہ اس چٹان کے آس پاس تو گہری تاریکی تھی اور اس کے اوپر اتنا گھنا اور اوپنچے درختوں والا جنگل پھیلا ہوا تھا کہ آسمان بھی نظر نہیں آتا تھا۔

قبائلی جوان کسی نئے سے بچے کی طرح سہا ہوا نظر آرہا تھا۔ اچانک اس نے اٹھیں گن کی پواہ کیے بغیر کنارے پر چھلانگ لگا دی اور مترجم نے چیخ کر دوسروں سے کہا۔ ”فارزنا کرنا۔ زندہ پکڑو۔“

دو مسلح آدمی بھی اس کے پیچھے کو دیکھے۔ وہ چھلانگیں مارتا ہوا ایک چٹان پر چڑھتا چلا

جارہا تھا۔ دونوں بھی اس کے پیچے تھے اور اسی کی سی پھرتی کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ اچانک اس نے پلٹ کر قریبی آدمی پر کپڑا گھما دیا، جو اس کے سر پر پڑا اور گر کر لٹکتا ہوا نیچے پانی میں آگرا۔ عمران نے طویل عرصہ میں..... پھر اچانک فائر کی آواز سنائی وی! دوسرے مسلح آدمی نے قبائلی پرفائر کر دیا تھا۔ عمران نے اسے سینہ تھام کر بیٹھتے دیکھا۔ پھر وہ بھی لٹکتا ہوا پانی میں آگرا۔
مترجم چیخنے چلکھاڑتے لگا۔ وہ اس پر بھری طرح برس رہا تھا، جس نے قبائلی پرفائر کیا تھا۔ لیکن وہ بھی یہ پر اس پر برس لیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اب وہ ایک دوسرے پرفائر نگ شروع کر دیں گے۔ لیکن یہ سرے نے حق بچاؤ کرایا۔ میں ٹرینی اور جوزف کے چہروں سے صاف ظاہر ہو رہا تھا جیسے اندر ہی اندر بھری طرح کھول رہے ہوں۔ عمران نے ان دونوں کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ ادھر مترجم پھر کہیں میں گھس گیا تھا۔

”آخر یہ چمکدار اور متحرک لیکریں کیسی ہیں؟“ ٹرینی نے بھجی بھجی سی آوازیں میں پوچھا۔

”خدا جانے... یا ہو سکتا ہے کسی قسم کے بر قیاتی نظام کے تحت راستہ مسدود کرنے کے لیے یہ شعبدہ تیار کیا گیا ہو۔“

اچانک وہ لیکریں غائب ہو گئیں اور اس غار کا دہانہ بھی اندر ہیرے میں ڈور گیا، جس سے دریا گز رہتا تھا..... اور پھر کشتنی پر ایک سرچ لائٹ روشن ہوئی اور راستہ نظر آئے لگا۔ ساتھ ہی کشتنی بھی حرکت میں آگئی لیکن اس بار اس کی رفتار ہلکی تھی وہ اس غار کے دہانے میں داخل ہوئی اور آگے بڑھتی رہی۔

”یہ تو اچھی خاصی سرگ معلوم ہوتی ہے۔“ ٹرینی نے کہا۔

مترجم، جو پھر ان کے قریب آبیٹھا تھا، بولا۔ ”ہم نے اسے سرگ کی شکل دے کر راستہ بنایا ہے ورنہ یہ دریا چھوٹی چھوٹی دراڑوں سے گزر گیا تھا۔“

”اور رزقی ہوئی چمکدار لکیریں کیسی تھیں؟“
”مرد کر دیکھو۔“

عمران نے پٹ کر دیکھا۔ سرنگ کے دہانے پر پھر وہی روشن اور رزقی ہوئی لکیریں دکھائی دینے لگی تھیں۔

”اس طرح ہم نے دوسروں کا راستہ روکا ہے۔ فولاد کا ستون بھی اگر دہانے میں داخل ہونے کی کوشش کرے گا تو رینہ رینہ ہو کر منتشر ہو جائے گا۔“

”اے کہاں سے کنٹرول کیا جاتا ہے؟“

”ہم نہیں جانتے لیکن ابھی ہیں نے اسی میز پر راستہ حوالے کو کہا تھا۔“

”واقعی تم لوگ حیرت انگیز ہو۔“

”رفتہ رفتہ ساری دنیا کے بھگدار لوگ ہمارے ساتھ ہو جائیں گے۔“

ٹرینی نے عمران کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا تھا۔ شاید وہ نہیں چاہتی تھی کہ ان لوگوں سے زیادہ بات چیت کی جائے۔

اس سرنگ سے گزر جانے میں آقریباً دس منٹ صرف ہوئے تھے۔ اس کے بعد پھر وہی سائیں سائیں کرتا ہوا جنگل تھا۔

پھر ایک جگہ کشتنی رک گئی اور ان سے اترنے کو کہا گیا۔ یہاں بھی کناروں پر چٹائیں تھیں۔ ان تینوں کو اتار دیا گیا۔ اور کشتنی آگے بڑھتی چلی گئیں۔

”بجز ایک یگور اتم دونوں کے لیے بے حد معموم ہے۔“ عمران نے منہ سکھا کر کہا۔
ٹرینی خوفزدہ انداز میں چاروں طرف دیکھتی ہوئی بولی۔ ”تم نے تو ان سے یہ بھی نہ پوچھا کہ ہمیں تنہا کیوں چھوڑے جا رہے ہیں۔“

”تم نے بولنے سے منع کر دیا تھا۔“ عمران نے بڑی مخصوصیت سے کہا۔

سوچنے کی بات ہے، بس! ”جوزف بولا۔“ آخر ہمیں ہماں اس طرح کیوں چھوڑ دیا گیا ہے؟“

”فوج جاؤ۔“ عمران نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی۔

”کیا تمھاری بوتل میں کچھ بھی کھیل ہے؟“ ٹرینی نے جوزف سے پوچھا۔

”نہیں، مسی! میرا تھیا اب بالکل خالی ہے۔ لیکن اب مجھے اس کی پرواہ بھی نہیں ہے۔“

”کیا مطلب ہے؟“

”یہاں مجھے کہیں نہ کہیں وہ گھاس ضرور مل جائے گی، جو شراب کا نعم البدل ثابت ہوتی ہے۔“

”کون ہی گھاس؟ میں نہ تو ایسی کسی گھاس کے بارے میں کچھ نہیں سن۔“

”ہوتی ہے..... پتا نہیں، اور ہر کیا کہاتی ہو میرے دلیں میں پہلی کہاتی ہے۔“

”فعلاً بھاری قدموں کی چاپ سنائی دی اور وہ چونک کر آوازوں کی سمت متوجہ ہو گئے۔ چڑھائی سے تین فوجی نیچے آتے دکھائی دیئے اور ٹرینی بولی۔“ خدا کی پناہ ایسا تو اپنے ہی فوجی ہیں۔“

”اس وہم میں نہ پڑنا۔ یہ سب تمھاری فوج ہی کی وروی استعمال کرتے ہیں..... تمھارے فوجی نہیں ہیں۔“

قریب پہنچ کر فوجیوں نے عمران کو سلیوٹ کیا تھا۔ پھر ایک نے آگے بڑھ کر کہا تھا۔ ”جزل۔ سر! ہمارے ساتھ تشریف لے چلیے۔“

عمران نے سر کو اثبات میں جنبش دی اور اسی چڑھائی سے گزر کر وہ دوسری طرف اتر گئے۔ میسی ٹرینی کے چہرے پر ہوا یاں اڑ رہی تھیں۔ دفعہ جوزف بالیں طرف کی جھاڑیوں میں گھس گیا۔ اور عمران نے آگے چلنے والے فوجی کا شن دیا۔“

ہالٹ..... اباڈٹ ٹرن.....“

وہ رک کر اس کی طرف مڑ گیا۔ ووفوجی ان کے پیچھے تھے۔

”میرا اردوی، جھاڑیوں میں کچھ تلاش کر رہا ہے۔“ عمران نے راہ نمائی کرنے والے فوجی سے کہا۔

”اوکے، سر، جزل!“

تحوڑی دیر بعد جوزف اپنی جیبیں پھلانے ہوئے جھاڑیوں سے واپس آیا اور مٹھی بھر نشہ اور گھاس ٹرینی کی طرف بڑھاتا ہوا بولا۔ ”ترانی کرو!“
”کیسے ترانی کرو؟“

”ایے...“ جوزف نے تھوڑی سی گھاس نکال کر منہ میں لٹھونتے ہوئے کہا۔ اور پھر اسے کچل کچل کر چوتھا لگا۔

”ناو..... مو و آن.....“ عمران نے اونچی آواز میں کہا اور وہ پھر چل پڑے۔ ٹرینی جوزف سے کہہ رہی تھی۔ ”بھیں تم ہی رکھو میں اتنی عادی نہیں ہوں۔ بس مھکن دور کرنا چاہتی تھی۔“

”مھکن بھی دور ہو جائے گی۔ تم چکھو تو...“ جوزف نے کہا۔
لیکن ٹرینی نے اسے پہنچیں واپس کر دی۔

کچھ دیر بعد وہ ایک فار میں داخل ہوئے لیکن اندر پہنچتے ہی ایسا معلوم ہوا جیسے جنت میں داخل ہو گئے ہوں۔ باہر کی تپش اور مرطوب ہوا سے فوری نجات مل گئی۔ جسے وہ فار سمجھے تھے، ایک بہت ہی لمبا چوڑا ایر کنڈیشنڈ ہال تھا جس میں چاروں طرف دو حصائیں کی روشنی پھیلی ہوئی تھیں۔

ایک دروازہ قد سفید فام آدمی نے جو خود بھی جزل کی ورودی میں تھا، آگے بڑھ کر عمران کا استقبال کیا۔ اس کی آواز سن کر ٹرینی بھی چونکہ یہی آواز اس نے اسیmer پر بھی سنی تھی۔

پھر وہ انہیں ایک طرف لے چلا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک آرام وہ کمرے میں بیٹھنے ہوئے کافی پی رہے تھے۔ ”اب میں تم سے تھائی میں کچھ گفتگو کروں گا۔“ سفید فام جزل نے عمران سے کہا۔ ”تمہارے ساتھی یہیں آرام سے رہیں گے۔“
”لیکن میں ان سے جدا ہونا پسند نہیں کرتا۔“ عمران بولا۔

”خوڑی دیر کے لیے۔“

”اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔“ عمران نے کہا۔ اور سفید فام آدمی اسے وہاں سے اٹھا لایا۔ پھر وہ ایک لفت تک آئے تھے۔ لفت انہیں نامعلوم گہرائی تک لے جا کر ک گئی۔ دروازہ کھلا اور وہ لفت سے نکلے۔ یہ بھی اتنا ہی بڑا ہاں تھا، جتنا وہ اوپر چھوڑ آئے تھے۔

”میرا نام اولاف گریگی ہے۔ میں بھی ذیر و لینڈ کے بڑوں میں سے ہوں اور تمہاری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاتا ہوں۔“

عمران نے پر جوش انداز میں اس سے مصافحہ کیا تھا۔ پھر وہ دونوں ایک طرف جا بیٹھے۔

”میں سوچ رہا ہوں کہ بات کہاں سے شروع کی جائے۔“ اولاف نے کہا۔ ”ایک اس کی ضرورت ہی کیا ہے۔ میں بڑوں کا فیصلہ کا عدم بھی کر سکتا ہوں۔“

”کون سا فیصلہ؟“ عمران نے چونک کر پوچھا۔

”تمھیں سزا نے سوت دیتے کا۔“

”ایک بھائی کے لیے کیا کرنا ہو گا؟“

”تمہری سیا کی نشاندھی کر دو۔“

”سنو، دوست! اس عورت ٹرینی کے چکر میں پھنس کر مجھ سے وہ حماقت سرزد ہو گئی یعنی تم نے ہماری گفتگو سن لی تھی۔ بعد میں وہ بھی مجھ پر برہم ہونے لگی تھی۔ کہ میں نے وہ ذکر کیوں چھیڑا تھا۔“

”مقدرا چھا ہے، تمہارا! کہ میں نے وہ بات سن لی تھی۔ ورنہ اس بارز مدد نہ پچھتے۔ اب اگر تم مجھ سے تعاون کرو تو جان بچا لینے کے علاوہ کچھ اور فوائد بھی حاصل کر سکتے ہو۔“

”چھپلی بار میں نے اسے تمہارے اسی پاؤ اسٹ پر دیکھا تھا، جہاں سے ٹھنڈا سورج

کنٹرول کیا جاتا تھا اور میرے خیال میں وہ اب بھی وہیں ہو گی۔ ”عمران نے کہا۔

”کس نام سے پکاری جاتی ہے؟“

”یہ تو میں نہیں جانتا۔ بس وہاں کی عورتوں میں نظر آئی تھی اور مجھے یقین ہے کہ اس روپ میں وہ کوئی اہم روں ادا نہ کر رہی ہو گی۔ بہر حال، میں وہ بارہ دلکھ کرنشاں وہی کر سکتا ہوں۔“

”ولیکن اس سے پہلے میں یہ جاننا چاہوں گا کہ حزل ایگویر اکا کیا چکرتھا؟“

”اس کے تو سطح سے تم ایک اہم پاؤں کو قبضہ کرنا چاہتے تھے جہاں سے چاروں طرف نظر رکھ سکتے۔۔۔ یعنی ان پارٹیوں سے پشت سکتے۔۔۔ جو مختلف راستوں سے ہم تک پہنچنے کی کوشش کر رہی ہیں۔ وہ پاؤں کی غلطی سے پر چم اسی میرہ پر تھا۔ خیر جلد ہی اسے بھی دیکھا جائے گا۔ پہلے تم تحریکیا کا قصہ بننا دو۔“

”مجھے پھر وہ ہیں بھجوادو۔ میں اسے دلکھلوں گا۔“ ”عمران بولا۔

”ولیکن ایک بات واضح کر دوں کہ تم وہاں اس کام کے علاوہ اور کچھ بھی کرنے کی ہدایت نہیں کرو گے۔“

”خود کشی سے مجھے کبھی دلچسپی نہیں رہی۔“ ”عمران مسکرا کر بولا۔“ اور پھر اب میرا کہیں نہیں۔ اپنے ملک میں تو مردہ ہی قرار دیا جا چکا ہوں اور اگر خود کو زندہ بھی ثابت کیا تو میرا ملک بڑی طاقتلوں کے ڈر سے مجھے قبول کرنے پر بھی تیار نہ ہو گا۔“

”وہ عمران کو بہت غور سے دلکھ رہا تھا۔ اس کے خاموش ہونے پر مسکرا کر بولا۔“ ”تو پھر اب تم نے اپنے مستقبل کے بارے میں کیا سوچا ہے؟“

”میرا اب کوئی مستقبل ہی نہیں ہے۔“

”یہ مت کہو۔ تم، زیر ولینڈ کے بڑوں میں بھی شامل ہو سکتے ہو۔“

طفل ہیں لیکن میں تمھارا یہ کام ضرور کروں گا۔ میں عرصے سے اس کا خواہ شمند ہوں

کہ کسی طرح تحریکیا کی گردن اڑ جائے۔“

”کیا وہ کسی یوروپین عورت کے روپ میں تھی؟“

ہاں، اور ابھی انگریزوں کا ساتھا۔ اور اس وقت بھی میں نے محسوس کیا تھا۔ وہ اس میں کوئی قابل ذکر حیثیت نہیں رکھتی۔“

”تم میک اپ کے بھی ماہر ہو۔“

”ہاں، میں نے بھی سنایے۔“

”تم اپنی صحیح قدر و قیمت میں آتا نہیں ہو، مسٹر عمران! ہو سکتا ہے کہ تم ہم میں اپوزیشن حاصل کر لو جو آج تحریریا فی کی ہے۔“

”میں خواب کبھی نہیں دیکھتا..... تمہارا یہ کام بلا معاوضہ کروں گا۔“

میں تمھیں ایک تصویر دوں گا۔ اسی کی مطابقت سے اپنا میک اپ کرو۔

”کیا انگریزوں کے لمحے پر بھی قادر ہو؟“

”کیوں نہیں..... میرا امتحان کرلو۔“ عمران نے انگریزوں ہی کے سے لمحے میں کہا

”ویری گڈ.....!“ وہ اچھل پڑا۔ ”مجھے یقین ہے کہ تمھیں کامیابی ہوگی۔“ اپنے ساتھیوں کے چہروں میں بھی مناسب تبدیلیاں کرو اور انہیں قید یوں کی حیثیت سے وہاں لے جاؤ۔ اس مرکز میں تعمیر کا کام بھی ابھی جاری ہے اور اس کے لیے مزدوروں کی شدید ضرورت ہے۔“

”میں سمجھ گیا۔“

بات کپکی ہو گئی اور عمران نے شام تک ساری تیاریاں مکمل کر لیں۔ یعنی جوزف اور ٹرینی کے چہروں میں بھی تبدیلیا کر دیں۔

”آخر یہ سب کیا ہو رہا ہے؟“ ٹرینی نے جھنجھلا کر پوچھا۔

”جس کام کے لیے تمہارے توسط سے پھانسا گیا تھا، وہی ہو رہا ہے۔“ عمران نے

تلخ لجھے میں کہا۔ ”اب میں تم دونوں کو قیدی بنا کر لے چلوں گا اور اب میں کرنل کار
ٹربر اوون ہوں۔“

”یہ کیا بات ہوئی؟“

”اس سے پہلے جزل ایکویریا تھا۔ وہ کیا بات تھی؟“

”میں خاموش رہوں۔ باس پر اعتناد کرو۔“ جوزف آہستہ سے بولا۔ وہ تمہیں کوئی گزر
نہیں پہنچے گا۔“

وہ خاموش رہی۔ اس کے بعد وہ پھر ایک لفت ہی کے ذریعے بہت گہراں میں گئے
تھے اور لفت ایک سر گنگے دبائے پر رکی تھی۔ اتنی اشادہ سر گنگ تھی کہ دوڑک بہ
آسانی برابر سے چل سکتے تھے۔ لیکن یہاں ٹرک کی بجائے عجیب وضع کی ایک چھوٹی
سی گاڑی کھڑی نظر آئی۔ شاید عمران کو اس کی ترکیب استعمال سے پہلے ہی آگاہ کر
دیا گیا تھا۔ قیدیوں کو آگئے حصے میں بیٹھا کر خود پیچھے آبیٹھا اور ایک بُٹن دباتے ہی
گاڑی چل پڑی۔ اس پوری سر گنگ میں بھی دو دصیار و شنی پھیلی ہوئی تھی۔

گاڑی کی رفتار ایکسو بیس میل فی گھنٹہ اپیڈ و میٹر سے ظاہر ہو رہی تھی۔ اچانک ایک
گرجدار آواز سنائی دی۔ ”ہو کس ویئر (Who Comes There)“

”اث از کرنل کار ٹربر اوون۔“ عمران نے بھی اسی انداز میں جواب دیا۔

”کیپ موونگ.....!“ کہا گیا۔

ٹھیک پندرہ منٹ بعد گاڑی خود بخود رک گئی تھی۔ یہاں ایسا لگتا تھا جیسے وہ ایک عظیم
الشان گنبد میں پہنچ گئے ہوں۔ دو فوجیوں نے آگے بڑھ کر سلیوٹ کیا اور عمران نے
ان دونوں کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ ”جزل گریسکی کے قیدی ہیں۔ دوسرا سے
الگ رکھتے جائیں گے۔ جزل خود آ کر ان سے گفتگو کریں گے۔“

پھر وہ دونوں کو وہیں چھوڑ کر آگے بڑھتا چلا گیا تھا۔

اس گنبد سے نکلتے ہی اسے بینز بادلوں والا آسمان نظر آیا۔ ابھی چونکہ کچھ کچھ دھوپ

باتی تھی اس لیے وہ سبز رنگ کی دھنڈ سمیٹی نہیں گئی تھی، جو دن بھر وادی کی فضا پر طاری رہتی تھی۔ سامنے ہی وہ عمارت بھی دکھائی دی، جہاں اس نے جوزف اور جیمس کے ساتھ کچھ وقت گزارا تھا۔

وہ عمارت کی جانب بڑھتا رہا۔ اسے علم تھا کہ سیکیوریٹی کا عملہ عمارت کے کس حصے میں رہتا ہے۔ جزل گریسکی نے اسے بتایا تھا کہ وہ یہاں سیکیوریٹی کے چیف کی حیثیت سے رہے گا۔ پچھلا سیکیوریٹی چیف والپس بلا لیا گیا ہے اور سیکیوریٹی کے عملے کو اطلاع دے دی گئی اب کہ نیا چیف کریل کا رڑبراؤں پہنچ رہا ہے۔ غالباً اسے سیکوریٹی چیف کی حیثیت سے انکے بھیجا گیا تھا کہ وہ بلا روک لوگ لوگ عمارت کے ہر حصے میں پہنچ سکے۔ ورنہ پھر وہاں تحریسیا کو کیسے تلاش کر سکتا۔

کریل کا رڑبراؤں کی شخصیت عملے کے افراد کے لیے بالکل نئی تھی۔ اس لیے اس کے استئنٹ میجر وارڈ نے اسے عمارت کا چپے چپے دکھا دیا تھا اور عمران نے خوب اچھی طرح سمجھ لیا تھا کہ وہ عمارت کے کسی حصے میں کسی طرح پہنچ سکتا ہے۔ وہ دل ہی دل میں نہس رہا تھا۔ بسا اوقات تقدیر بھی کیسے کیسے گل کھلاتی ہے۔ اس وقت صرف تین انجوں کی زبان ہل رہی تھی جب اس نے زیرو لینڈ کے کسی نامعلوم آدمی کو سنانے کے لیے تحریسیا کا ذکر چھیڑا تھا اور ٹرینی کو تباہ نے لگا تھا کہ وہ تحریسیا کو پہچان سکتا ہے۔ خواہ وہ کسی نہ کم کیا۔ اسے یقین نہیں تھا کہ وہ یہ بات تحریسیا کے کسی دشمن ہی تک پہنچا رہا ہے..... لیکن مقدر کے کھیل کہ تیر صحیح نشانے پر بیٹھا اور اسے جزل گریسکی تک پہنچا دیا گیا۔ گویا صیاد خود ہی صید ہونے والا تھا۔

عمران خاصی رات گئے تک عمارت کے مختلف حصوں میں گھومتا رہا لیکن میڈیلینا کہیں دکھائی نہ دی۔ میجر وارڈ، جو خود بھی انگریز ہی معلوم ہوتا تھا، اس کے ساتھ استھر رہا تھا..... اور شاید اس پر خوش بھی تھا کہ اس کا نیا آفیسر بھی انگریز ہی ہے۔

رات گزار کر دوسرا دن صحیح ہی صحیح عمران نے میجر وارڈ کو طلب کر کے جوزف اور

ٹرینی کو بلوایا اور مجبور وارڈ سے کہا کہ وہ دونوں انجینئرنگیں پر پل پلانٹ پر رکھا جائے اور وہ خود انہیں وہاں تک لے جائے گا۔

اس طرح عمران کی رسائی اس جگہ تک بھی ہو گئی جہاں سے ٹھنڈے سورج کو کنشروں کیا جاتھا تھا۔ بہر حال، دوسرے دن کے اختتام تک وہ وہاں کے سارے رازوں سے واقف ہو گیا تھا اور اس کو وہ رات خاصی مصر و فیتوں میں گزرنی تھی۔

دوسرے دن اس نے جوزف اور ٹرینی کو اپنے ففتر میں طلب کیا اور ان سے ادھراً ہر کے سوالات کرنے کے بعد بولتا۔ ”تم دونوں کو پھر جزل گریسکی کے پاس واپس چلانا پڑے گا۔“

وہ کچھ نہ بولے۔ سر جھکائے کھڑے رہے۔ چھوڑی دیر بعد عمران نے انہیں ساتھ لیا اور جزل گریسکی کے آئیشن کی طرف روانہ ہو گیا۔

”تم انہیں کیوں لائے ہو؟“ اس نے عمران سے سوال کیا۔

”صلیح گی میں بات کرنا چاہتا ہوں۔“ عمران نے کہا۔

ان دونوں کو بالائی منزل کے ہال ہی چھوڑ دیا گیا تھا اور جزل گریسکی عمران کو اپنے افس میں لے آیا۔ یہاں ایک جانب کچھ اس قسم کی مشینیں بھی دکھائی دیں جنہیں بر قیاتی

----- صفحہ نمبر ۱۳۶ تک -----

----- صفحہ نمبر ۱۵۹ تک -----

”عمران خدا کے لیے...“ میڈیلینا روہانی آواز میں چیخی۔

”اب دوسرادھما کا سنو۔“

”نہیں... نہیں...“ میڈیلینا پر جیسے دوڑھ پڑ گیا۔

عمران پھر گریبان میں ہاتھ ڈالا۔ پھر زمین لرزگئی اور دوسرے دھماکے کی بازگشت سنائی دی۔ میڈیلینا بڑی طرح چیخ رہی تھی۔ پھر تیرا دھماکا بھی ہو گیا اور میڈیلینا

چیختے چیختے بیہوش ہو گئی۔

”اپے یہ کیا کر رہا ہے؟ مجھے بھی تو بتا۔“ سنگ جھنجھلا کر بولا۔

”چپ چاپ بڑے رہو۔“ عمران غریباً۔

”اچھا ہی ہے، دیکھ لوں گا، تمھیں بھی۔“

”اگر میں نے تمھیں ورنیا میں غرق نہ کر دیا تو ضرور دیکھ لو گے۔“ عمران نے کہا اور بیہوش میڈیلینا کو اٹھ کر کندھے پر ڈال لیا۔ جوزف سنگ کو اٹھانے کیلئے جھکا۔

”یہ کیا حرکت ہے۔ اب مجھے کھون دو،“ منگ جھنجھلا کر بولا۔

”سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔“ عمران نے سرد لبجے میں کہا۔ جوزف نے سنگ کو اٹھا کر کندھے پر ڈالا۔ میڈیلینا تو بیہوش ہی تھی۔

عمران نے ٹرینی کو بتایا کہ وہی کشتنی ہا تھلگ گئی ہے، جس سے میڈیلینا آئی تھی۔ اس پر صرف ایک ہی آدمی تھا جسے قابو میں کر لینے کے بعد، اس نے باندھ کر کشتنی ہی میں ڈال دیا تھا۔ وہ سب کشتنی میں پہنچ گئے۔ اور کشتنی غار کی طرف بڑھنے لگی۔ عمران ہی اسے چلا رہا تھا۔ میڈیلینا کو اس نے اپنے قریب ہی رکھا تھا وہ ابھی تک بیہوش تھی۔ سنگ کو کہیں میں ڈال دیا گیا تھا۔ غار میں داخل ہونے سے پہلے ہی سرچ لائٹ روشن کر دی گئی۔ غار کا دوسرا دہانہ سچ مج بے ضرر ہو گیا تھا۔ یعنی اب اس پر چمکدار لرزتی لکیریں مسلط نہیں تھیں۔ وہ آسانی اس سے بھی گزر گئے۔ عمران بتدریج کشتنی کی رفتار بڑھا رہا تھا۔

”ولیکن تم جاؤ گے کہاں؟“ ٹرینی نے اس سے اوپنجی آواز میں پوچھا۔

”اس کی فکر نہ کرو۔ کہیں نہ کہیں تو پہنچیں گے۔“

”خدا کے لیے اب تو بتا دو کہ تم نے بیس میل دور سے اسے کیسے تباہ کر دیا؟“

انتنے میں میڈیلینا پھر ہوش میں آگئی اور وحشت زده آنکھوں سے عمران کی طرف دیکھنے لگی۔

عمران اس کی طرف توجہ دیئے بغیر ٹرینی سے بولا۔ ”جزل گریسکی کی شامت اعمات کہ اس نے مجھے چیف سیکوریٹی آفیسر بناؤ کروہاں بھج دیا تھا۔ اس طرح مجھے اس کے پچھے پچھے کا جائزہ لینے کا موقع مل گیا۔ اسی میں ان کا اسلحہ خانہ بھی تھا جہاں مجھے تمیں طاقتور بم مل گے۔ اور بم بھی کیسے، جو ریموت کنٹرول سے پھٹنے والے تھے۔ وہ تینوں بم ایک ریموت کنٹرول بیلٹ میں لپٹے ہوئے تھے اور بیلٹ پر تحریر تھا۔ دائرہ کار چالیس میل، وہ بیٹھ اس وقت بھی میرے سینے پر بندھی ہوئی ہے۔ اس میں تین بٹن ہیں۔ انہیں کے دباؤ نے سے کیلے بعد دیگرے تینوں بم میں میل کے فاصلے پر پھٹ گئے۔ میں نے ایک بم اسلحہ خانہ تھا۔ ان میں چھوڑ دیا تھا۔ اس طرح میں نے تمہارے مرخ کوتاہ کر دیا، میڈیلینا اُبیرا۔“

میڈیلینا نے ٹھپلا ہونٹ دانتوں میں دبایا۔ اس کی آنکھوں سے شدید کرب نمایاں تھا۔ عمران جھک کر آہستہ سے اس کی کان میں بولا۔ ”میں نے سنگ کو نہیں بتایا کہ تم کون ہو اور نہ ہی بتاؤں گا۔ ٹرینی بھی نہیں جانتی۔“

”اس عنایت کی وجہ؟“ ”میڈیلینا یا تحریر سیانے جلے کئے لجھے میں پوچھا۔

”تم نے کئی بار مجھے چھوٹ دی ہے۔ اس لیے میرا اخلاقی فرض ہے کہ میں بھی بدله چکاؤں لیکن اگر میں تصھیں اپنے ملک میں پکڑتا تو ہرگز نہ چھوڑتا۔“

”اور سنگ کا کیا کرو گے؟“

”اے بھی چھوڑ دوں گا۔ کیونکہ اس نے میری موت کی خبر سن کر جزل گریسی کو مار ڈالا تھا۔ لیکن اسے ہرگز یہ نہیں معلوم ہو سکے گا کہ تم کون ہو۔“

تحریر سیانے آنکھیں بن کر لیں اور گہری گہری سانسیں لینے لگی۔ کشتی تیز رفتاری سے آگے بڑھتی جا رہی تھی..... اور عمران مطمئن تھا کہ کہیں نہ کہیں تو پہنچ ہی گا۔ کشتی میں اتنا فال تو ایندھن بھی تھا کہ ہزار بارہ سو میل نہایت آسانی سے نکل سکتی تھی۔

----- تمام شد -----